# مکاتیب
# قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی

مرتبہ

مختار الدین احمد

قاضی احمد میاں اختر ہندستان کی ایک سابق ریاست جوناگڑھ کے ایک قدیم متمول خاندان کے چشم و چراغ تھے - ان کے آباء و اجداد دراصل سندھ کے رہنے والے تھے لیکن کوئی تین سو سال پہلے یہ خاندان جوناگڑھ آکر آباد ہوگیا تھا جہاں عہد مغلیہ میں اسے ایک شاہی جاگیر عطا ہوئی تھی جو تقسیم ہند تک اس خاندان کے پاس موجود رہی۔

احمد میاں کا سالِ ولادت ان کی ایک تحریر کے مطابق ۱۸۹۶ - ۱۸۹۷ کے لگ بھگ ہے۔ انھوں نے ایک خط میں جو ۱۹۴۲ء کا تحریر کردہ ہے اپنی عمر ۴۴- ۴۵ سال لکھی ہے - یہ نہایت وسیع المطالعہ ، محتاط مؤرخ اور بہت اچھے ادیب تھے - عربی ، فارسی ، اردو اور اسلامیات کے ادب پر ان کی گہری نظر تھی- وہ شاعری میں بھی بند نہ تھے، اختر تخلص کرتے تھے- "سیپارۂ دل " ان کی غزلیات کا مجموعہ ہے ، "لمعاتِ اختر" میری نظر سے نہیں گزری ، ممکن ہے کہ یہ بھی ان کے اشعار کا مجموعہ ہو - وہ تقسیم ہند کے بعد جوناگڑھ سے کراچی منتقل ہو گئے جہاں مولوی عبدالحق مرحوم نے ان کی علمی سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے انھیں انجمن ترقی اردو پاکستان کا نائب معتمد مقرر کر دیا - رسالۂ " اردو " ، " قومی زبان " اور دوسرے رسائل میں ان کے علمی و ادبی مضامین برابر چھپتے رہے - انجمن کے نئے رسالوں " تاریخ " اور " سیاسیات " کی ادارت بھی انھی کے ذمے تھی- جوناگڑھ کے قیام ہی کے دوران ان کی تحریریں " معارف " ، " مصنف " اور دوسرے مجلّات میں شائع ہوتی رہی تھیں- یکم دسمبر ۱۹۵۳ء کو انجمن کی ملازمت ترک کرکے وہ سندھ یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخِ اسلام کے صدر مقرر ہو کر حیدرآباد چلے گئے - کچھ دنوں سے وہ قلب کی تکلیف میں مبتلا تھے لیکن وہ اپنے کام معمول کے مطابق کرتے رہے- ایک دن انھیں وجع قلب کی سخت تکلیف ہوئی اور وہ ۵ اور ۶ اگست ۱۹۵۵ء کی درمیانی رات کو جوارِ رحمت میں داخل ہو گئے۔ان کی نعش کراچی لائی گئی اور وہ وہیں دفن کیے گئے۔

میں اس زمانے میں ریسرچ کے سلسلے میں لائیڈن ( ہولینڈ ) میں مقیم تھا - الاستاذ عبدالعزیز المیمنی سے ، جن کے قاضی صاحب سے بہت گہرے تعلقات تھے ، مجھے ان کی رحلت کی اطلاع ملی - وہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۵ء کے گرامی نامے میں تحریر فرماتے ہیں:

> " ۶ اگست کو علی الصباح سے پہلے حیدرآباد سندھ میں اختر صاحب کا ہارٹ فیل ہو گیا - دفن یہاں ہوئے فاناللہ - بڑا دردناک حادثہ تھا ، ۷ چھوٹے بچے ہیں - کان اللہ لہم "

انھوں نے اردو اور انگریزی میں متعدد کتابیں لکھیں - ستمبر ۱۹۴۲ء سے پہلے ان کی حسب ذیل کتابیں شائع ہو چکی تھیں ، جیسا کہ ان کے مکتوب بنام محمد عبداللہ خویشگی سے معلوم ہوتا ہے : حیاتِ نظامی ، انار کلی ، اسلام کا اثر یورپ پر ، طبقات الامم ( ایک عرب مورخ قاضی

صاعد الاندلسی کی تاریخ کا اردو ترجمہ ) ، لمعات اختر ، زرِگل ، ترجمات ، اسلامی کتب خانے ، علم اور اسلام ، سیپارۂ دل ، علامہ شبلی بحیثیت شاعر ( فارسی شاعری ) ، علامہ شبلی بحیثیت شاعر ( اردو شاعری ) ، مسلمانانِ سلف میں مطالعۂ کتب کا شوق ، اسلامی کتب خانے اور ان کا نظم و نسق -

ظاہر ہے ۱۹۴۲ء اور ۱۹۵۵ء کے درمیان ان کی اور کتابیں بھی ضرور شائع ہوئی ہوں گی سرسید علیہ الرحمۃ کی آثار الصنادید کا باب چہارم جس میں دہلی کے مشاہیر علماء و شعراء و اطبا اور دوسرے مشاہیر کا حال ہے ، انھوں نے مرتب کرکے علیحدہ کتابی شکل میں انجمن ترقی اردو سے چھپوا دیا تھا- سرسید کی "تصانیف احمدیہ" پر بھی کچھ کام کر رہے تھے جیسا کہ انھوں نے اپنے ایک خط میں مجھے ۱۹۵۳ء میں لکھا تھا-

ان کے انگریزی مضامین کا ایک مجموعہ شیخ محمد اشرف نے Studies: Islamic and Oriental کے نام سے لاہور سے ۱۹۴۶ء میں شائع کیا تھا - اس میں حسب ذیل مقالات خاص طور پر قابل ذکر ہیں : بو علی سینا ، شمس تبریزی ، سعدی ، حافظ کی عربی شاعری ، وراقت ، شہر آشوبِ ہند ، الماوردی -

ان کے انگریزی اور اردو کے مضامین جو یہاں وہاں بکھرے پڑے ہیں جمع کرکے ایک جگہ شائع کر دیے جائیں تو یہ ایک مفید علمی خدمت ہو گی-

قاضی صاحب کے سلسلے میں ایک کام اور کرنے کا ہے - ان کے دائرۂ احباب خاصا وسیع تھا ، انھوں نے اپنی زندگی میں ہزاروں خطوط لکھے ہوں گے ، ان میں سے بیشتر علمی و ادبی اور معلوماتی ہوں گے- مجھے اس اطلاع سے بہت مسرت ہوئی کہ حبیبِ لبیب پروفیسر نجم الاسلام صاحب سابق صدر شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی اس مفید کام کی طرف متوجہ ہیں ، انھی کی فرمائش پر قاضی صاحب کے کچھ غیر مطبوعہ اور کچھ وہ خطوط جو رسائل و کتب کے بطون میں دفن تھے ، تلاش کرکے اور ان پر ضروری حواشی لکھ کر یہاں پیش کیے جاتے ہیں-

○ خطوط بنام علامہ عبدالعزیز میمن : پہلا خط اس مجموعے کا سب سے قدیم خط ہے جو جونا گڑھ سے ۱۹۳۸ء میں لکھا گیا - اصل خط ڈاکٹر محمد عمر میمن کے ذخیرے میں ہے اس کی عکسی نقل انھوں نے مجھے فراہم کی ہے- ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے- دوسرا خط بہت خستہ اور دریدہ ہے - استاذ مرحوم سے میں نے لے لیا تھا اور اب وہ میرے ذخیرۂ کاغذات میں محفوظ ہے-

○ خط بنام صدر یارجنگ ( ۱۸۶۶ء - ۱۹۵۰ء ) : یہ خط سید الطاف علی بریلوی کے رسالہ "مصنف" ( جون ۱۹۴۵ء ) میں شائع ہوا تھا - صدر یار جنگ کے مکتوب بنام قاضی احمد میاں اختر کا اقتباس ذیلی حاشیے میں دے دیا گیا ہے- ( اہمیت کے پیشِ نظر اسے مشاہیر کے خطوط کے ذیل میں درج کیا جاتا ہے مدیر )

○ خط بنام محمد عبداللہ خان خویشگی (۱۳۱۵ھ - ۱۳۸۰ھ): یہ خط خویشگی مرحوم کے مرتب کردہ ایک مجموعۂ خطوط "بوستانِ قلم" (کراچی، جولائی ۱۹۶۲ء) سے ماخوذ ہے یہ مرتب کے معاصرین کے "علمی و ادبی و سوانحاتی اور دیگر خطوط" کا مجموعہ ہے جو خویشگی اور ان کے والد مولانا مفتی حکیم محمد عبدالرحمن خاں فیروز (متوفی ۱۹۴۶ء) کے نام ہندستان کے مشاہیر علم و ادب نے لکھے ہیں۔ اس مجموعے کی اہمیت یہ ہے کہ متحدہ ہندستان کے ۹۰ - ۹۵ مصنفین و شعراء نے اپنے مختصر حالات، اور اکثروں نے اپنی تاریخ ولادت، اپنے قلم سے لکھ کر مرتب کو بھیجے تھے۔ اس کتاب کا دوسرا حصہ معلوم نہ ہو سکا کہ شائع ہوا یا نہیں۔

○ خطوط بنام سید الطاف علی بریلوی (۱۹۰۵ء - ۱۹۸۶ء): "مجلسِ مصنفین" علی گڑھ کا قیام ان کی توجہ و مساعی سے اگست ۱۹۴۱ء میں عمل میں آیا۔ اگلے سال سے مجلس کا علمی و ادبی رسالہ انھوں نے شائع کرنا شروع کیا جو تقریباً سات سال تک شائع ہوتا رہا۔ اس کا پہلا شمارہ جون ۱۹۴۲ء میں اور آخری ستمبر ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا۔ اس طرح کل ۲۲ شمارے اس کے نکلے۔ اس میں ایک مستقل عنوان "بزمِ مصنف" ہوا کرتا تھا جس میں وہ "مصنف" کے سلسلے میں ان کے نام آئے ہوئے خطوط کا انتخاب چھاپتے تھے۔ علمی و ادبی مضامین کی وجہ سے اس رسالے کی جو اہمیت تھی وہ تو اپنی جگہ، لیکن یہ اہمیت بھی کم نہ تھی کہ اس رسالے میں اس عہد کے بہت سے اہل قلم کے خطوط یا ان کے اقتباسات اس طرح محفوظ ہو گئے ہیں۔

قاضی احمد میاں اختر، سید الطاف علی مرحوم کے دوست بھی تھے اور "مصنف" کے مقالہ نگار بھی۔ رسالہ جوں ہی انھیں ملتا وہ مندرجات پر اپنی رائے لکھ کر بھیجتے۔ اچھے مضامین کی تعریف کرتے، کسی مضمون میں کوئی سقم دیکھتے تو اس کے اظہار سے وہ نہ چوکتے۔ "مصنف" میں ان کے جو خطوط یا ان کے اقتباسات چھپے ہیں ان کی کسی نہ کسی لحاظ سے اہمیت ہے اور وہ یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ دو ایک شمارے مجھے نہیں ملے اور شمارہ ۲۱ کے صفحات ۱۲۵- ۱۲۷ اس جلد میں جو میرے پیش نظر ہے، غائب ہیں۔ اس کا بخوبی امکان ہے کہ ان میں بھی قاضی صاحب کے تاثرات شائع ہوئے ہوں۔

تاریخِ تحریر مکتوبات میں شائع نہیں کی جاتی تھی۔ میں نے شماروں کا ماہ و سالِ اشاعت دے دیا ہے، اس طرح مکتوبات کی تاریخ کی ایک حد تک تعین ہو جاتی ہے۔

○ خطوط بنام مالک رام (۱۹۰۶ء - ۱۹۹۳ء): محمد طفیل مرحوم جب نقوش کے خطوط نمبر اور مکاتیب نمبر مرتب کرنے لگے تو ہندستان سے ہزاروں خطوط یا ان کی نقلیں انھوں نے منگوائیں۔ مالک رام صاحب نے اپنے نام کے ۶۹ اور میں نے ۱۱۲ خطوط بھیجے۔ کتب خانہ مسلم یونیورسٹی سے بھی ۵۸ خطوط کی نقلیں انھیں بھیجی گئیں۔ سارے خطوط شائع نہیں ہوئے۔ محمد طفیل مرحوم کا

ارادہ تھا کہ خطوط کی چھٹی اور ساتویں جلد بھی وہ شائع کر دیں گے لیکن اس کا انھیں موقع نہ مل سکا- کیا عجب کہ ان کے فرزند جاوید طفیل صاحب کسی دن اس کام کی تکمیل کر دیں- اختر جونا گڑھی کے یہ خطوط مکاتیب نمبر جلد دوم میں شائع ہوئے ہیں- ایک خط جو نقوش کو اس وقت نہیں بھیجا جا سکا تھا وہ میرے پاس محفوظ رہا، یہ غیر مطبوعہ ہے اور اب شائع ہو رہا ہے-

○ خط بنام محمد اسمٰعیل پانی پتی (          ) : ۱۸ اپریل ۱۹۵۰ء کا تحریر کردہ یہ مکتوب نقوش خطوط نمبر جلد دوم ص ۸۱۷ میں شائع ہوا ہے لیکن مکتوب الیہ کا نام درج نہیں - میرے خیال میں یہ اسمٰعیل پانی پتی کے نام ہے-

○ آخری دو خط میرے نام ہیں ، ان کے کچھ خطوط اور بھی ہوں گے لیکن اس وقت تلاش کے باوجود نہیں مل سکے - مرحوم سے کبھی ملنے کا اتفاق نہیں ہوا ، خط کتابت غالباً ۱۹۴۹ء یا ۱۹۵۰ء سے شروع ہوئی اور ان کی وفات تک رہی- ان کے نام یہ آخری خط ۱۰ ستمبر ۱۹۵۵ء کا تحریر کردہ تھا جو میں نے استاد مرحوم مولانا عبدالعزیز میمن کے ذریعے انھیں بھیجا تھا اور جسے وہ نہ دیکھ سکے - استاد مرحوم نے ۲۳ اکتوبر کو اس خط کی رسید بھیجی اور قاضی احمد میاں اختر کی وفات کی خبر سنائی - اللہ دونوں کی مغفرت فرمائے ، ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی تربت ٹھنڈی رکھے-

امید ہے یہ خطوط دل چسپی سے پڑھے جائیں گے-

علی گڑھ ۲۵ مارچ ۱۹۵۵ء                    مختارالدین احمد

## بنام علامہ عبدالعزیز میمن

(۱)

Kaziwara

Junagarh

(Kathiawar)

۳۰ مارچ ۱۹۳۸ء

صدیقی العلامہ المحترم السلام علیکم

اس سے قبل ایک عریضہ ارسال کر چکا ہوں ملا ہو گا- آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے ایک گجراتی اخبار کے حوالے سے ذکر کیا تھا کہ کسی ہندو مضمون نگار نے لفظ " ہندو " کی تحقیق کرتے ہوئے بعض جاہلی شعرا کے اشعار نقل کیے ہیں ، مگر وہ اس قدر غلط لکھے ہوئے ہیں کہ نہ پڑھے

جاتے ہیں نہ سمجھ میں آتے ہیں - آپ نے فرمایا تھا کہ میں آپ کو اس کے متعلق یاد دہانی کراؤں چنانچہ وہ اشعار نقل کرتا ہوں جیسے کہ وہ گجراتی میں پڑھے جاتے ہیں : (۱)

۱- لبیب بن احنف بن ترکی :

أبا مبارک الأرض یقیناّ من الھند و أراضک اللہ من نیزّل ذکرة
وھل تجلیہ عینک سوی أربعہ ذکریٰ و ھذہ نیزّ ل الرسول من جاءنا الھندیّ

۲- عمرو بن ہاشم أبوالحکم :

و أھلھا اجراُ أو ممن مہادیو و منازل علم الدین منھم و صیتر
مع السّر اُخلاقاً اُساءت باُکلھم یخو نجومٌ اُجاءت ثم غاب الھند
و صحبک یا مانی المقام الھند یومنا یقولون لاتجن فانک توجّروا

براہ کرم یہ بتائیے کہ یہ شعراء کون تھے اور ان کے اصل اشعار کیا ہیں ؟

آپ نے اپنی یاد داشت میں سے ایک کتاب للقلّی (۲) کا ذکر کیا تھا جو ۹ سو کچھ اوپر میں لکھی گئی ہے اور قسطنطیہ (۳) کے کتب خانے میں ہے- اس میں گجرات اور پرتگیزیوں کے تاریخی حالات ہیں - ذرا اس کتاب کی تفصیل جو آپ نے نقل کی ہے تحریر فرما دیجیے اور یہ بتائیے کہ اس کتاب کی نقل یا روٹو گراف منگوائی جا سکتی ہے؟

حیدرآباد سے صدیقی صاحب (۴) اور ڈاکٹر حمید اللہ کے خطوط آئے تھے- اس میں وہ آپ کو بہت یاد کرتے ہیں اور افسوس کرتے ہیں کہ ہمارے زمانۂ قیامِ حیدرآباد میں دونوں موجود نہ تھے-

غالباً آج کل آپ امتحانات میں مصروف ہوں گے - امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہو گا - ہمارے ہاں سے آپ کے گھر میں آداب و سلام - بچوں کو دعا اور پیار- خدمات سے یاد فرماتے رہیں میری صحت اب خدا کے فضل سے اچھی ہے،گو ابھی وزن میں ترقی نہیں ہوئی - صرف چار پونڈ بڑھا ہوں-

نیاز مند قدیم
اختر

(۲)

صدیقی الفاضل المحترم ، السلام علیکم

آپ کا ایک کارڈ ملا تھا جس میں آپ نے کتاب "بشریٰ" (۵) پور بندر کے کسی علی گڑھی طالب علم کے ہاتھ بھیجنے کی اطلاع دی تھی - اس کے بعد سے اب تک نہ تو وہ کتاب ہی ملی نہ ان طالب علم صاحب نے ہی کوئی اطلاع دی- آپ ان سے دریافت کیجیے کہ کتاب کیوں نہیں پہنچائی-

یہ سب چند آنے محصول ڈاک (جو یقیناً میرے ذمے ہوتا) نہ خرچ کرنے کا نتیجہ ہے۔

پچھلے دنوں طبیعت زیادہ ناساز رہی - آشوب چشم نے ایک ماہ تک بری طرح ستایا۔ چند روز ہوئے کہ خدا خدا کرکے اس سے نجات ملی - آنکھیں "آگئی" تھیں ، واپس نہیں گئیں ، البتہ کمزور ہو گئیں - عینک کے نمبر بدلنے پڑے۔

کئی دن ہوئے جب میاں محمود (۶) نے موسیٰ بھائی کے انتقال کی غم انگیز اطلاع دی تھی - اس کے بعد آپ (مع بیگم صاحبہ) کی تشریف آوری کی خبر ملی تھی - مرحوم بڑی خوبیوں کے آدمی تھے- پچھلے سال صرف پہلی اور آخری ملاقات ان سے راجکوٹ میں ہوئی تھی :

افسوس کز قبیلۂ مجنون کسے نماند

خدا مغفرت کرے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

میں نے ماوردی (۷) پر ایک مضمون "اسلامک کلچر" کے لیے انگریزی میں لکھا ہے - کمیٹی (۸) نے اس کو پسند کیا اور شائع کرنے کی اجازت بھی دے دی ، لیکن سیکریٹری صاحب (۹) کا اصرار ہے کہ میں ماوردی کی مطبوعہ تصانیف کی روشنی میں اس میں کچھ اضافہ کر دوں- احکام السلطانیہ ، ادب الدنیا و الدین اور ادب الوزیر صرف تین کتابیں اب تک چھپی ہیں (۱۰) - اکثر مصادر کو استعمال کر چکا ہوں۔

مندرجۂ ذیل کتابیں نہیں مل سکیں - اگر آپ کے پاس یا یونیورسٹی لائبریری میں ہوں تو ماوردی کے متعلق جو عبارتیں ہوں وہ نقل کراکر جلد تر ارسال فرمائیں تو بڑا کرم ہو گا - تاریخ [ بغداد للخطیب ] [ --- ] (۱۱) ، البدایہ و النھایہ لابن کثیر ، دول الاسلام للذھبی ، [ عقد ] الجمان ، مرآۃ [ --- (۱۲) --- (۱۳) لابن جوزی۔

[ --- (۱۴) ] جو غالباً بہت ہی مختصر ہو گا نقل کرا کر بھیجیے - [ --- ] (ایضاً ح ۱۴) ہوں گے - دونوں گھروں میں سے بیگم صاحبہ [ --- ] ( ایضاً ح ۱۴) [ بچے خدا کے ] (۱۵) فضل سے خیریت سے ہیں آپ کی پچھلی دعائیں بار ور ہو رہی ہیں (۱۶) اور [ --- ] (ورق دریدہ حسب ح ۱۴) ہو جائے گا اللھم زد فزد۔

کچھ اپنے حالات و مشاغل سے بھی مطلع فرمائیں (۱۷)

اختر

## بنام صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی

(۳)

عطوفت نامے (۱۸) نے سرفراز فرمایا ، یعنی :

کلاہِ گوشۂ اختر بآفتاب رسید

جس طرح اور جن محبت بھرے الفاظ میں آں محترم نے یاد فرمایا ہے وہ میرے لیے باعثِ صد فخر و مسرت ہے - اس خوش بختی پر جس قدر بھی نازاں ہوں کم ہے :

یوں تو مرا نجمِ بخت اوج پہ مدت سے تھا آج ہوا ہے مگر نقطۂ وسط السماء

شکریہ آں محترم کی اختر شناسی اور دل نوازی کا ، نہیں اِس ذرہ نوازی ، بندہ پروری کا- خوشا طالع ! مومن کے شعر کے تصرف پر خود مومن کو "حسرت" ہوتی - مردِ مومن کی یہی معراج ہے ! آرزوے لقا تو نیاز آگیں دل میں مدتوں سے جاگزیں ہے ، کہیں سے یہ "حسرت" نکلے ! کاش علی گڑھ اور جوناگڑھ کی یکجائی شوق دیدار کو پورا کر سکے اور دیدارِ "حبیب" سے آنکھیں روشن ہوں - ولعلّ اللہ یحدث بعد ذلک أمرا-

معلوم ہوا ہے کہ کتب خانۂ حبیب گنج میں سلوتر نامی سنسکرت کتاب کا ترجمہ از عبداللہ بن صفی بعہد احمد شاہ بہمنی موجود ہے - اس ترجمے کا تھوڑا سا حال ضروری اپنے ایک مقالے "سنسکرت اور مسلمان" کے لیے درکار ہے - اگر خازنِ کتب کو حکم فرما دیں تو عین نوازش اور معارف پروری ہو گی -

سلام علی نجدٍ ومَن حلَّ فی النجد

جون ( ۱۹۴۵ء )

## بنام محمد عبداللہ خاں خویشگی

(۴)

جوناگڑھ ( کاٹھیاواڑ )
۵ ستمبر ۱۹۴۲ء

شفیق محترم السلام علیکم

کرم نامے نے مشرف فرمایا - خدا آپ کی کوششوں کو بار آور کرے-

میرا سنہ ولادت تقریباً ۹۷-۱۸۹۶ء ہے- اس وقت میری عمر ۴۴ - ۴۵ سال کی ہے-

تصانیف : ۱- حیاتِ نظامی ۲- انار کلی ۳- اسلام کا اثر یورپ پر ۴- طبقات الامم ۵- لمعاتِ اختر ۶- زرِ گل ۷- مترجمات ۸- اسلامی کتب خانے ۹- علم و اسلام ۱۰- سی پارہ دل ۱۱- علامہ شبلی بحیثیت شاعر ( فارسی شاعری ) ۱۲- مسلمانان سلف میں مطالعۂ کتب کا شوق ۱۳- علامہ شبلی بحیثیت شاعر ( اردو شاعری ) ۱۴- اسلامی کتب خانے اور ان کا نظم ونسق-

اگر مختصر حالات کی ضرورت ہو تو تحریر فرمائیں (۱۹) - امید کہ مزاج گرامی بخیر ہو گا۔

احقر

قاضی احمد میاں اختر

## بنام سید الطاف علی بریلوی

(۵)

" آپ کا رسالہ " معنف " نہ صرف مجھے پسند ہے بلکہ ہر علم دوست کو پسند آنا چاہیے - میرے ہم وطن مولانا عبدالعزیز میمن میرے مخدوم اور دیرینہ کرم فرما ہیں - ان کی سندِ اعتبار پر جو انکشاف آپ کو ہوا ہے وہ تمام تر " عین الرضا " پر مبنی ہے - دولت علم و دین خدا نصیب کرے۔

جب تک " معنف " جاری رہے آپ اس کو میرے نام جاری رکھیں مع اس اضافۂ قیمت کے جو کاغذ کی شدید گرانی کے باعث آپ کرنا چاہیں "

( معنف: بابت اگست ۱۹۴۳ء )

(۶)

" اعمال نامہ " (۲۰) کا پورا پورا حق تنقید ادا ہوا ہے اور ریویو کی ہر ہر سطر سے اتفاق کرتے ہوئے کہنا پڑتا ہے۔

دیکھنا 'تنقید' کی لذت کہ جو اس نے لکھا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

کتابِ مذکور کے متعدد تبصروں میں اس سے بہتر اور کوئی تبصرہ نہیں ہو سکتا - یہ تبصرہ ایک اور تبصرہ چاہتا ہے - ایسا راست راست بے کم و کاست تبصرہ شاید ہی کبھی دیکھنے میں آیا ہو۔ سید اظہر حسین صاحب تبصرہ نگاری کے لیے بہت موزوں معلوم ہوتے ہیں۔ ایسے بے لاگ نقاد اور تبصرہ نگار ہماری قوم میں آج مفقود ہیں - ایک زمانہ تھا کہ ہمارے اسلاف " رحم اللہ مَن ھدانی إلی عیوبی " کی دعائیں دیتے تھے - آج ان کے اخلاف اپنے اعمال کی ذرّہ بھر تنقید برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

صلاحِ کار کجا و من خراب کجا ــ ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

" اعمال نامہ " کا تبصرہ " معارف " میں بھی دیکھا - مرنجاں مرنج مبصر ( نقاد نہیں) ان مقامات کی صرف تحسین ( تنقید نہیں ) کرتا ہوا گزر گیا ہے - یہ بھی ایک خوشگوار اسلوب ہے لیکن وہ دِقّتِ نظر اور جامعیت کہاں جو " معنف " کے نقاد کی تنقید صحیح میں پائی جاتی ہے ، اور یہی

ہمارے نقاد کی بلندیٔ فطرت اور مذاقِ صحیح کا ثبوت ہے - اگر سر سید رضا علی صاحب کی جگہ میں ہوتا تو اس کی دادیوں دیتا کہ کتاب کے ہر نسخے کے ساتھ اس کو چھپوا کر تقسیم کرتا --- مگر یہ وصف تو کچھ اُنھی جاں بازوں کے ساتھ مخصوص تھا جو قرون اولیٰ کے خیرالامہ میں گزرے ہیں - ہندی و مغربی ماحول نے تمدن و ثقافت کے ساتھ مذہب و اخلاق بھی چھین لیا - آہ - غالباً سوَدا ہیں:

دلِ ستم زدہ ہے تابیوں نے لوٹ لیا ہمارے قبلے کو وہابیوں نے لوٹ لیا

(ستمبر ۱۹۴۴ء)

(۷)

"بیت المصنف" کا افتتاح مبارک ہو - سپاس نامہ مل گیا تھا - طرزِ نگارش کی ندرت کے کیا کہنے - اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ - "بیت المصنف" کے لیے عنقریب کتابیں جمع کر کے روانہ کروں گا، میری تصنیفات بھی اس میں شامل ہوں گی، کچھ دن اور انتظار کیجیے۔

حضرت نواب صدر یار جنگ بہادر قبلہ ہماری مجلس علم و ادب کے آخری صدر نشیں ہیں اور اس تاریک ملک میں تیرہ بختوں کے روشن چراغ - اسلاف کے نام لیوا بزرگوں میں اس وقت ان کی ذاتِ اقدس مغتنمات سے ہے - آپ نے حضرت موصوف کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ حرف بحرف صحیح اور اس سے مجھے کُلّی اتفاق ہے اور میں آپ کی اس دعاے خیر میں شریک ہونے کو اپنا اسلامی اور قومی فرض سمجھتا ہوں اور زوروں سے آمین کہتا ہوں۔

(جنوری ۱۹۴۵ء)

(۸)

معاف فرمائیے - یا بایں شورا شوری یا بایں بے نمکی - اقامت الصلوۃ اور تلاوتِ مصحف کے لیے دلی مبارک باد قبول فرمائیے - خدا استقامت بخشے - پردے کے حامی آپ نہ ہوں گے تو کون ہو گا - حکم تو عام ہے، مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف "اہلِ بیت" کے لیے یہ حکم تھا - اس لحاظ سے حجاب اور قرار فی البیت کے مؤکد الیہ تو آپ لوگ ہیں - "حال و قال" کا یہ تناقض بھی خوب ہے:

منکرِ مے بودن و ہمرنگِ مستاں زیستن

میں بھی حافظ کی طرح نہ کہہ دوں:

رازِ درونِ پردہ ز رندانِ مست پُرس کیں حال نیست صوفیِ عالی مقام را

ہاں یہ تو کہیے جناب پچھلے کرم نامے میں آپ نے جو گل کھلائے تھے وہ تمام تر شطحیات

تھے - فرمائیے انا الحق کہنے میں کیا دیر ہے -

کانفرنس کے سنٹرل اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی کمیٹی کے جلسے کا جو نقشہ آپ نے کھینچا ہے وہ بہت خوب ہے - لیکن میرے خیال میں تو سیّد القوم شروانی متعنا المسلمین بطول بقاءٖ کی قیادت و آمریت کافی تھی ، نہ کہ اس کے لیے کسی کمیٹی ، سب کمیٹی اور گراں بار اخراجات کی ضرورت - یہ افرنگی طریقے ہیں وقت اور روپیہ ضائع کرنے کے لیے - واللہ یھدی القوم المسلمین -

" مصنف " پہنچا ، کتابت میں ترقی ہوئی تو کاغذ کا رونا پڑ گیا ، خدا اس جنگ کو غارت کرے - " مصنف " کا گلدستہ مشاق باغباں کی صنعت کاری کا بہترین نمونہ ہے - ہر ادب نواز کو اسے دل میں جگہ دینی چاہیے - میں تو کہتا ہوں:

تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ      درِ دل کشا بچمن درا

ولی کے گجراتی ہونے کا دستاویزی ثبوت مل گیا - دکنی " دکاترہ " نے جو عمارت تعمیر کی ہے وہ عنقریب ڈھا دی جائے گی - تشہیر کا غلط پروپاگنڈا اکثر اوقات واقعات کی صورت کو بدل دیتا ہے ، یہ اس کی بین مثال ہے - ایک مفصّل مقالہ تیار ہو رہا ہے ( جو " مصنف " میں شائع ہو گا ) (۲۱)

( ۳ مارچ ۱۹۴۵ء )

(۹)

پرسوں " مصنف " باصرہ نواز ہوا ، مگر بیوگی کے لباس میں - خط اور رسالے میں آپ کے پورے خط وخال پیش نظر ہو جاتے ہیں اور میں دیر تک محوِ تماشا رہتا ہوں - ۳ مارچ [ ۱۹۴۵ء ] کے نیاز نامے کی پذیرائی کا شکریہ :

ان نصیبوں پر کیا اختر شناس      آسماں بھی ہے ستم ایجاد کیا

متواتر علالتوں کے دور سے گزر رہا ہوں - آشوبِ چشم ، اس کے بعد دردِ گردہ ، پھر اسہال اور --- --- ایک مرگِ ناگہانی اور ہے ، لیکن اس سے پیشتر ایک مرتبہ علی گڑھ آ کر ملاقات کرنے کی تمنا ہے - مقالہ "ولی" کا حسنِ طلب بینِ قوسین خوب رہا - آدمی میں کم سے کم اتنی لطافت تو ہو - اطہر میاں سے کہیے کہ قفلِ خموشی توڑیں - امتحانات کی مصروفیتیں ختم ہو گئی ہوں تو کچھ قلم کے جوہر دکھائیں -

( جون ۱۹۴۵ء )

میری کتاب Studies : Oriental and Islamic شیخ محمد اشرف صاحب لاہوری نے چھاپ کر تیار کردی ہے (۲۲)- سوا دو سو صفحات کی کتاب ہے - کاغذ اور طباعت بہت خوب ہیں - عنقریب نکل آئے تو آپ کو ایک نسخہ بھیج دوں۔ مجھے رائلٹی میں صرف پانچ نسخے ملنے والے ہیں-

(اکتوبر ۱۹۴۵ء)

(۱۱)

" مصنف " باصرہ نواز ہوا اور اپنے دامنِ سادہ مگر پُرکار میں رنگارنگ پھولوں کا گلدستہ لایا، جو دیر تک مشامِ جاں کی تازگی کا باعث بنا رہا- " ذکرِ ماضی و فردا " (۲۳) تو البتہ بجائے خود ایک مستقل دلچسپی کی چیز ہے ، لیکن کوئی مقالہ ایسا نظر نہیں پڑا جسے معیاری کہہ سکیں- یا یوں کہیے کہ میری دلچسپی کا نہ تھا- کوئی کلّیہ استثناء سے خالی نہیں - اسی طرح کا ایک معزّز مستثنیٰ ہے " جنرل بخت خاں روہیلہ " سیدہ انیس فاطمہ کا وہ فاضلانہ اور انشا پردازانہ مقالہ جو کسی کی " شرکت " کی غمازی کر رہا ہے- (۲۴) جس عالمانہ تحقیق ، ناقدانہ تدقیق اور مبصرانہ تنقید کے ساتھ یہ مقالہ سپردِ قلم ہوا ہے اس کی داد تو ہر علم دوست سے ملے گی - لیکن خود آپ سے بھی خراجِ تحسین وصول کرکے رہا ہو گا:

اللہ کرے حسنِ رقم اور زیادہ

اگر کاغذ کی کمیابی کے عذرِ سادہ کے ساتھ پورے رسالے میں صرف یہی ایک مقالہ درج ہوتا تو بھی یہ نمبر خاصا کامیاب رہتا-

کاش اس سے ہمارے دوسرے تعلیم یافتہ بھائی اور بہنیں سبق حاصل کریں اور اس روشن مثال کی اتباع کرکے اپنی روشن دماغی اور روشن دلی سے اپنی محدود دنیا کو منوّر کریں-

شمارہ ۱۲ (اکتوبر ۱۹۴۵ء)

(۱۲)

آپ کی علالتِ طبع اور موجودہ حالت معلوم کرکے مجھے کچھ زیادہ تعجب نہیں ہوا ، البتہ افسوس ضرور ہوا- " قومی کارکنوں " کی یہی گت ہوتی رہتی ہے - " روشنیِ طبع " بسا اوقات انسان کے لیے " بلا " بن جاتی ہے- آپ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں رہے - اس لیے اب " گل و گلچیں کا گلہ " عبث ہے - مجھے تو اس بات پر حیرت ہے کہ اتنی تلخ کامیوں کے باوجود آپ توازنِ دماغی کو قائم رکھے ہوئے ہیں:

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

آپ اس "کولھو کے بیل" کی سی زندگی کا خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں۔ خدا کرے آپ میں اتنی جرأت پیدا ہو جائے لیکن میرے خیال میں تو نہ صرف یہ آپ کے لیے دشوار بلکہ ناممکن ہے اس لیے فی الحال تو مر مر کر جیے جانا ہی بہتر ہے تاوقتیکہ خدا کوئی بہتر سامان پیدا نہ کر دے۔

میں بستر علالت سے اُٹھ تو گیا لیکن دل و دماغ بری طرح ماؤف ہو گئے، اور ضعف و ناطاقتی کے ساتھ ہی تفکرات کا ایک سیلاب امڈ آیا ہے۔ دعا کیجیے کہ خدا ان سے جلد نجات دے۔

ایک جانِ ناتواں پر اتنے جھمیلے ہیں کہ خدا کی پناہ:

زندگی اپنی جب اِس طور سے گزری اختر ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

مقالۂ ولی صرف آپ کی توجہ کا کرشمہ ہے۔ نہ آپ مجھے "بزمِ مصنف" میں بلاتے نہ میں اس کام کو انجام دے سکتا، حضرت قبلہ نواب صاحب کا یہ ارشاد کس قدر صحیح ہے کہ آپ میں ادبی خدمات لینے کا خاص ملکہ ہے۔ اس لحاظ سے اس مقالے کی جو کچھ داد مل رہی ہے اس کے مستحق مجھ سے زیادہ آپ ہیں۔ ناظر صاحب کاکوروی (۲۵)، پروفیسر عبدالشکور صاحب (۲۶) اور سید حسن امام صاحب (۲۷) کا ممنون ہوں کہ انھوں نے قدردانی کی، یہ ان کا حسنِ نظر ہے ورنہ یہ مقالہ اس قدر داد کا مستحق تو نہیں ہے۔ بہت سرسری طور پر لکھا گیا ہے۔ البتہ اس کا دوسرا حصہ (اگر مُسوّدے سے مُبیضہ ہو سکا) قابلِ دید ہو گا۔ بعض احباب نے بھی اس کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔ حبیبِ لبیب پروفیسر نجیب اشرف صاحب تحریر فرماتے ہیں:

> ابھی ابھی "مصنف" ملا۔ اسی وقت آپ کا محققانہ مضمون پڑھا۔ آپ ہوتے تو گلے لگا کر داد دیتا۔ اب زبانِ قلم سے یہ فرض ادا کرتا ہوں، مبارک باد۔ الموسیٰ والے مضمون کا میں نے جواب لکھا تھا، اب وہ مکمل ہو رہا ہے۔ اکثر توارد ہے۔ ایک مرتبہ پھر مبارک باد قبول فرمائیے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

میرے ایک دیرینہ محبِ مخلص جناب شہاب مالیر کوٹلوی مقیم بمبئی رقم طراز ہیں:

> آپ کا مرسلہ تحفہ "مصنف" ملا۔ ملتے ہی پڑھا اور آپ کی تحقیق و تدقیق کا نقش جو دل پر پہلے ہی ثبت تھا اور گہرا ہو گیا۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ حکیم کی خاموشی بلا وجہ نہیں ہوتی۔ اتنے لمبے سکوت کے بعد ولی کی وطنیت کی فیصلہ کن بحث اس سکوت کا ثمر ہے۔ بارک اللہ بارک اللہ۔ اب "معارف" تو آپ کے معارف سے گویا محروم ہی ہو گیا۔ "مصنف" کی خوش قسمتی میں

کیسے شک ہو سکتا ہے۔ دورانِ بحث میں دکنیوں سے چھیڑ چھاڑ معاصرانہ اور علمی گفتگو سے زیادہ رقابتِ وطنی کا رنگ لیے ہوئے نظر آئی۔ ایسا ہونا قدرتی ہے۔ ولی کو اورنگ آبادی ثابت کرنے کے لیے حیدرآبادی اہلِ قلم نے جو رَوِش اختیار کی اس میں دکن اور دکنی کو اساس قرار دے کر ہوائی قلعہ تعمیر کر لیا گیا تھا۔ قدیم شواہد پر تنقید و تبصرے کے ساتھ آپ کا نئے عناصر اور تازہ شواہد کا بحث میں شامل کر دینا، آپ کی تلاش، ولی کی خوش قسمتی اور اہلِ علم کے لیے نئی دعوتِ فکر اور اہلِ قلم کے لیے تلاش و جستجو کا نیا اچھوتا نمونہ ہے۔

بارک اللہ ---

حیاتِ ولی کا احباب کی طرف سے سخت تقاضا ہو رہا ہے۔ میں نے بہت کچھ حصہ لکھ ڈالا ہے، اس کو صاف کرنا باقی ہے جو موجودہ مصروفیتوں میں بالفعل دشوار ہے، میں کوشش کروں گا کہ آئندہ ماہ میں اس کام کو شروع کروں۔ میں نے اس کے دو حصے کر دیے ہیں۔ پہلے حصے میں ولی کے خاندانی اور ذاتی حالات ہیں اور دوسرے میں اُن کی شاعری پر مفصل بحث ہے۔ پہلا حصہ حتیٰ الامکان جلد سے جلد جنوری کے اواخر تک تیار ہو سکتا ہے، دوسرا حصہ ذرا محنت طلب ہے اور اس میں بہت کچھ لکھنا باقی ہے، جو کافی وقت اور فرصت چاہتا ہے۔ غلام قادر کے مضمون پر آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔"

شمارہ ۱۳ (جنوری ۱۹۴۶ء)

(۱۳)

ولی کے سلسلے میں ہمارے ایک پنجابی دوست پروفیسر عبداللہ ڈار گجرات کالج احمد آباد نے اپنے خط میں مقالے کی بعض ضمنی اور جزئی باتوں پر اعتراضات کیے ہیں جن میں سے دو ایک کے سوا باقی زیادہ اہم نہیں ہیں، تاہم میرا خیال ہے کہ میں اس مقالے پر ایک استدراک لکھ کر بھیجوں جس میں ان اعتراضات کا جواب بھی ہو جائے اور جو غلطیاں رہ گئی ہیں، ان کی تصحیح بھی ہو جائے۔ ساتھ ہی بعض امور کی تشریح بھی۔

علی گڑھ کی سبحان اللہ خاں لائبریری میں ولی کا قلمی دیوان موجود ہے۔ ذرا دیکھ کر مجھے بتائیے کہ اس میں کتنی غزلیں ہیں۔

۲۔ کس سنہ کا لکھا ہوا ہے اور کاتب کون ہے۔

۳۔ کتاب کے آگے پیچھے کوئی عبارت لکھی ہوئی ہے یا نہیں۔

۴- مصنف کا نام سرورق پر یا آخر میں دیا ہے یا نہیں-
۵- خط اور کاغذ کیسے ہیں-

بہت عرصے سے میری خواہش ہے کہ اضمحلال دور کرنے اور طبیعت کا رنگ بدلنے کے لیے چند روز کو یہاں چلے آئیے- میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہاں کے مناظر خصوصاً دیہاتی زندگی سے آپ کا دل ضرور بہل جائے گا-

"مصنف" مل گیا - ایڈیٹوریل تو پورا کانفرنس کی روداد کی نظر (نذر) ہو گیا ہے - آپ نے "بزمِ مصنف" کو "فکرِ فردا" سے علیحدہ کر دیا- یہ بہت اچھا کیا- لیکن میں اس تقدیم و تاخیر کو پسند نہیں کرتا - نواب صدر یار جنگ بہادر قبلہ پر بہت مفصّل مقالہ چھپا ہے- اس کے باوجود حضرتِ موصوف کی ادبی حیثیت پر سیر حاصل روشنی نہیں ڈالی گئی- اور اس لحاظ سے وہ بہت تشنہ ہے - ان کی انشا پردازی تنہا اظہارِ خیال چاہتی ہے- میں ان کو اردو کے اساتین میں سے سمجھتا ہوں اور طرزِ انشاء کے لحاظ سے "آزاد ثانی" اور "آزاد ثانی" کو ان کے بعد-

۳ بہن انیس فاطمہ کا مقالہ "حضرت محل" پر جہاں اپنے مخصوص طرزبیان کے لحاظ سے "خاصے کی چیز" ہے ، وہاں تاریخی تحقیق و جستجو کا بہترین نمونہ ہے - کیسے مبارک باد دوں ؟ ان کو یا آپ کو؟ کم سے کم "مُسلم ہیروینس آف انڈیا" پر ان کے قلم سے ایک مفصل کتاب کی توقع بے جا نہ ہو گی - غالباً یہ "ادبی تخلیق" بھی آپ کے لیے بہت کچھ باعث سکون ہو گی-

شمارہ ۱۴ (اپریل ۱۹۴۶ء)

(۱۴)

مدتوں سے آپ نے "نصف ملاقات" سے محروم رکھا ہے - اس سے قبل دو نیاز نامے حاضر خدمت ہو چکے ہیں جن میں سے ایک کا بھی جواب نہیں آیا -پہلا خط "مصنف" میں نظر سے گزرا جس نے "درِ یار" تک اپنی "رسائی" کا ثبوت دیا - یہ دیکھ کر مسرت ہوئی ہے کہ اب آپ
۱ اپنے علمی دائرے کو وسیع کرتے جا رہے ہیں- اس کا بیّن ثبوت "روہیلہ" کا جنم ہے-(۲۸) پیش از وقت مبارک باد قبول فرمائیے - "مصنف" میں اب کی مرتبہ عزیزہ انیس فاطمہ آپ کی "اسسٹنٹ" کے طور پر نظر آ رہی ہیں (۲۹) یہ دیکھ کر مہدی مرحوم کا یہ فقرہ یاد آگیا: عذرا میری اسسٹنٹ ہو تو اردو لٹریچر میں جان پڑ جائے"- مہدی مرحوم کو تو "عذرا" ملی ہو یا نہ ملی ہو لیکن آپ کی خوش قسمتی میں کیسے شک ہو سکتا ہے ، خدا سے دعا ہے کہ یہ جوڑا اپنی ادبی اور عملی تخلیق میں بھی "تکاثر" کا ثبوت دے اور زبان و ادب کی خدمات سے تمام ملک کو فائدہ پہنچائے - آمین -

عزیزہ سیدہ اب کی مرتبہ بجائے مضمون نگار کے "نقاد" بن گئی ہیں۔ لیکن یہ آگے چل کر کہیں خطرناک نہ ثابت ہو؟ ان کے تبصرے یوں تو بہت ہی پُرلطف ہیں لیکن "رازِ ترقی" کے تبصرے میں انھوں نے غضب کیا کہ اردو کے ایک افسانہ نگار کو "زندہ درگور" کر دیا۔ (۳۰) ان کے بعد والے "بزرگ" (۳۱) کے ساتھ یہ اگر سلوک ہوتا تو نامناسب نہ تھا، لیکن یہ بیچارے تو ابھی "ڈھلتی ہوئی چھاؤں" بھی نہیں ہیں - ان کے والدِ مرحوم مولوی سید ممتاز علی صاحب کی بجائے خود ان کا نام سہواً درج ہو گیا ہے۔ ہاں "نگار" کے "انتقاد نمبر" کی تنقید (۳۲) میں یہ فقرہ میری سمجھ میں نہیں آیا:

"وہ ایک ایسی کسوٹی ہیں جس پر سونا کندن بنتا ہے" کیا سونے اور کندن میں کوئی فرق ہے؟ آگے چل کر لکھتے ہیں "مستقبل میں انھیں کی بنائی ہوئی شاہراہوں پر چل کر ہماری نوخیز نسلیں اردو کو دنیا کی ایک ترقی یافتہ زبان بنا سکیں گی"۔ "انھیں" (انھی) کی ضمیر یہاں نیاز صاحب کی طرف راجع ہوتی ہے - حالانکہ تنقید نگار کی طرف راجع ہونی چاہیے -

آپ کے کاتب صاحب کی یہ ستم ظریفی ہے کہ اُنھوں نے میرے پچھلے خط میں "ادبی تخلیق" کو "ادنیٰ تخلیق" (۳۳) لکھ دیا ہے - اگر "قاب قوسین او ادنیٰ" کی رعایت سے ایسا کیا ہے تو خیر، ورنہ اس میں معاملہ "ازالۂ حیثیتِ عرفی" تک پہنچ جاتا ہے، خیر خدایش بیامرزد

(۱۵)

آپ کے فرزندِ دلبند (۳۴) کی جوانا مرگی سے دل کو سخت صدمہ پہنچا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو ہم کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، اور مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے - اس ماتمِ سخت میں مجھ کو اپنا شریکِ حال سمجھیے اور مصیبت میں صبر و استقلال سے کام لینا مُسلم کا فرض ہے - اس کو آزمائش سمجھیے اور صبر و سکون کے ساتھ برداشت کیجیے، اور اس کے سوا چارہ کار بھی کیا ہے

کیا کریں اے میر صاحب بندگی بیچارگی

میرے گھر کے لوگ بھی اِس وقت خون کے آنسو رو رہے ہیں - حادثۂ فاجعہ کی تفصیل یہ ہے:

۱- میرے برادرِ نسبتی یعنی میری چھوٹی بیگم کے برادرِ عزیز عمر ۳۲ سال دیہات میں سیر و شکار کے لیے گئے ہوئے تھے۔ ندی کے کنارے اپنے دوستوں کے ساتھ ایک چٹان کے نیچے بارش سے پناہ کے لیے بیٹھ گئے تھے کہ یکایک وہ چٹان اُن کے اوپر آگری ان میں سے تین بچے اور دو دیگر فوت ہو گئے، اُنھی میں ایک برادرِ عزیز فقیہ الدّین عرف حسین میاں بھی تھے۔ میّت کو بذریعہ

ریل کار لایا گیا اور ساٹھ سالہ بوڑھے باپ نے پردیس میں اپنے لاڈلے کو سپرد خاک کیا - یہ حادثہ ۲۴ جولائی ۱۹۴۶ء کو رونما ہوا- مرحوم نے ایک نوجوان بیوہ اور دو بچے ( لڑکی اور لڑکا ) چھوڑے ہیں-

۲- عین اُسی وقت کہ مرحوم کو پیوندِ خاک کیا جا رہا تھا کہ اطلاع ملی میری بڑی بیگم صاحبہ کے بڑے بھائی قاضی عبدالحق صاحب جو اپنے گاؤں سے اسٹیشن پیدل آ رہے تھے، راستے ہی میں حرکتِ قلب بند ہو جانے سے رحلت فرما گئے -چنانچہ اُسی وقت دوسری ریل کار کا انتظام کیا گیا اور میت کو اسی جگہ لا کر دفنایا گیا- مرحوم میرے چچا زاد بھائی اور میری جاگیر کے سہیم و شریک تھے اور اِس زمانے میں میرے دست و بازو بلکہ پشت پناہ تھے - اِن دو عزیزوں کا یکایک اٹھ جانا اور اس طرح دردناک طور پر ان کی موت کا واقع ہونا میرے لیے اور میرے خاندان اور گھر والوں کے لیے قیامت کبریٰ سے کم نہیں ہے - آج سات روز ہوئے طبیعت اِن پے درپے صدموں سے بہت نڈھال ہو رہی ہے اور انتشارِ دماغ و اختلاجِ قلب نے مجھے بھی آپ ہی کی حالت پر لا کر رکھ دیا ہے-

تو ہائے گل پکار ، میں چلاؤں ہائے دل

لیجیے ایک " ناکارہ " سے محبت کرکے دوسرے نے بھی اپنے " ناکارہ " ہونے کا ثبوت دے دیا - اپنی خیریتِ مزاج سے مطلع فرماتے رہیے- میری حالت تو یہ ہے:

خارِ فراق دل میں ہے ، سوزش جگر میں ہے
اب جائیے کدھر کہ خلش دونوں گھر میں ہے

دعا فرمائیے کہ خدا ہم لوگوں پر رحم فرمائے-

( بعد از ۲۴ جولائی ۱۹۴۶ء )

(۱۹)

" بزمِ مصنف " میں شیخ ممتاز حسین صاحب کے اِس فقرے سے بہت لطف اندواز ہوا کہ " میں اور مولوی طفیل احمد صاحب ، میر ولایت حسین اور خان بہادر حبیب اللہ خاں صاحب بالکل سرسید مرحوم کی طرح ہمدرد مسلمان ہیں " اس پر مولوی بشیرالدین کی وہ تحریر یاد آ گئی جس میں اُنھوں نے اپنے والد ( ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم ) ، مولانا حالی اور مولانا شبلی کو اردو شاعری کا " اتحادِ ثلاثہ " کہا ہے-

مقالۂ ولی کی تصحیح و استدراک پر ایک مضمون لکھ کر روانہ کیا ہے - رسید سے مطلع فرمائیں- آج کل یہاں ولی کے دیوان کی اشاعتِ جدیدہ پر ایک مضمون قلم بند کر رہا ہوں-

میں اس وقت جونا گڑھ سے ۱۴ میل کی مسافت پر دیہات میں مقیم ہوں نسبتاً یہاں گرمی کم ہے، برسات سے پہلے گھر پہنچ جانے کا ارادہ ہے:

کوئی چھینٹا پڑے اختر تو جونا گڑھ چلے جائیں
کر نجھڑی گاؤں میں ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہیں

(جولائی ۱۹۴۶ء)

(۱۷)

مصنف کا ہر نمبر آپ کے علمی و تاریخی ذوق کا آئینہ دار ہوتا ہے - اب کی مرتبہ بھی "نواب سراج الدولہ" (از مولوی رئیس الاسلام صاحب گوپاموی) نہایت محققانہ اور پُر از معلومات مضمون شائع ہوا ہے - مضمون کو پڑھتے وقت صفحہ ۱۹ کے فٹ نوٹ میں "منتخب اللغات" (۳۵) کا حوالہ دیکھ کر خیال ہوا کہ اس قسم کے لطائف اگر یکجا جمع کر دیے جائیں تو کاتب صاحبان کو اپنی ستم ظریفیوں کا علم ہوتا رہے اور شاید ان کی اصلاح کا موجب ہو۔

تاریخی مضامین کے سلسلے میں "آسامی مسلمانوں کی ابتدائی تاریخ" (مترجمہ اختر النساء بیگم صاحبہ بی اے جبل پور) جتنی دلچسپ ہے، اتنی ہی مختصر ہے - چند ماہ ہوئے ایک بنگالی محقق بملا چرن لا کا ایک مفصل مضمون "سلاطینِ گور" پر نظر سے گزرا تھا - ابتدائی عہد میں اسلام کے ایک مایۂ ناز فرزند قاضی محمد رکن الدین سمرقندی (۵۴۰ - ) (۳۶) معروف بابن العمید سرزمین کامروپ میں پہنچ گئے تھے - چنانچہ ان کی ایک عربی کتاب "المراۃ المعانی فی ادراک العالم الانسانی" جو یوگ پر سنسکرت کی ایک کتاب "امرت کنڈ" (۳۷) کا ترجمہ ہے، کے دیباچے میں کامروپ کی جامع مسجد میں ایک ہندو یوگی بھوجر برہمن کے جانے اور قاضی صاحب کے ہاتھ پر اسلام لانے کا واقعہ ملتا ہے - اس ابتدائی عہد میں آسام میں مسلمانوں کی تاریخ سے متعلق اگر مزید تحقیقات کی جائیں گی تو امید ہے کہ زیادہ حالات مل سکیں گے۔

اب کی مرتبہ جدید مطبوعات پر تبصرے خوب ہیں- اردو کے چوٹی کے رسائل میں بھی (رسالہ اردو کے سوا) اس سے زیادہ مفصل اور بہتر تبصرے نہیں نظر آتے- تبصرہ نگار (سیدہ انیس فاطمہ بریلوی) قابلِ مبارک باد ہیں:

نقاشِ نقشِ ثانی بہتر کشد ز اول

دکن کے سلسلے میں کئی چیزیں پیش نظر ہیں جن کی تکمیل فرصت چاہتی ہے - بعض فاضل دوستوں کی رائے ہے کہ اس کو کتابی صورت میں چھپوایا جائے - اب تک جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہ ایک مضمون کی صورت میں ہے جس کے کئی گوشے تشنہ تکمیل ہیں اور مکمل ہونے کے بعد وہ

مضمون کی حدود سے متجاوز ہو جائے گا - اس لیے اس کو کتابی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ ہے - لعلّ اللہُ یحدثُ بعدَ ذٰلکَ اُمرا - آپ کو جو مضمون بھیجا گیا ہے وہ پچھلے مقالے کی آخری کڑی ہے:

رفتیم یاراں تخفیف تصدیع گر دردِ سر بود از ما شُما را

شمار ۱۶ ، ۱۷ ( اکتوبر ۱۹۴۶ء و جنوری ۱۹۴۷ء )

(۱۸)

تین کرم نامے لاجواب پڑے ہوئے ہیں، کچھ ناسازی طبع ، کچھ مصروفیات اور کچھ غمِ دوستاں باعثِ تاخیرِ جواب ہیں - میرے محترم دوست حضرت نظام الدّین قریشی صاحب مدیر اخبار "دِین" احمد آباد نے داعیِ اجل کو لبیک کہا - ایک زبردست محبت کرنے والا ، میری علمی کاوشوں کا مدّاح اور زندگی کے نازک لمحات میں مجھے سنبھالنے والا اُٹھ گیا - افسوس!

"مصنف" مل چکا ہے ، بابے بسم اللہ سے تابے تمّت تک پڑھ لیا گیا ہے -

( دسمبر ۱۹۴۷ء )

## بنام مالک رام

(۱۹)

کراچی ۶ دسمبر ۱۹۴۹ء

مکرم و محترم!

آداب - حضرت ڈاکٹر عبدالحق صاحب قبلہ کے نام آپ کا گرامی نامہ مع مضمون مل گیا تھا- حضرتِ موصوف آپ کی تکلیف فرمائی کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی آپ اپنی فرصت کے اوقات میں کبھی کبھی علمی و ادبی مضامین ارسال فرماتے رہیں گے-

غالباً جناب کو معلوم نہ ہو گا کہ "مکالماتِ افلاطون" کے نام سے ایک مستقل کتاب انجمن نے ترجمہ کرا کر شائع کر دی ہے جس میں سقراط اور یوتھی فرو کا مکالمہ بھی شامل ہے - اس صورت میں آپ کا مضمون رسالۂ اردو میں شائع نہیں ہو سکے گا جس کا ہمیں بے حد افسوس ہے - آپ نے خاص تکلیف گوارا کر کے "اردو" کے لیے یہ مضمون تحریر فرمایا ہے اور ہر اعتبار سے بہت خوب ہے اور اگر یہ مضمون پہلے ہی ترجمہ ہو کر انجمن کی طرف سے شائع نہ ہو چکا ہوتا تو وہ اس قابل تھا کہ اسے رسالۂ اردو میں خاص جگہ دی جائے-

آپ کا مضمون آپ چاہیں تو آپ کو واپس کیا جائے - امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہو گا-

آپ کا مخلص:
قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی
نائب معتمد انجمن ترقی اردو پاکستان

(۲۰)

کراچی ۲۰ دسمبر ۱۹۴۹ء

شفیقِ محترم!

آداب و تسلیمات، کرم نامہ مورّخہ ۱۱ دسمبر پہنچا شکریہ۔ "مکالماتِ افلاطون" کے آٹھ مقالوں کا ترجمہ ڈاکٹر عابد حسین صاحب (جامعہ ملیہ) نے کیا ہے جس کو انجمن نے "مکالماتِ افلاطون" کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ وہ آٹھ مقالے یہ ہیں ۱۔ لاکیس ۲۔ یوتھائی فرو ۳۔ صفائی کا بیان ۴۔ کریٹو ۵۔ پروٹاگورس ۶۔ فیڈو ۷۔ فیڈرس ۸۔ بزمِ طرب

اس کتاب کے نسخے انجمن کے پاس نہیں رہے۔ صرف ایک نسخہ اس کے کتب خانے میں ہے۔ اگر کہیں سے مل گیا تو لے کر بھیج دوں گا۔ غالباً "صفائی کا بیان" وہی ہے جس کو آپ نے "عُذرداری" کے نام سے ترجمہ کیا ہے۔

آپ کا مترجمہ مضمون بذریعہ رجسٹری علیحدہ ارسال خدمت ہے، رسید سے مطلع فرمائیں۔

جناب ڈاکٹر عبدالحق صاحب آپ کو سلام کہتے ہیں۔

مخلص: قاضی احمد میاں اختر

(۲۱)

کراچی ۲۳ جنوری ۱۹۵۰ء

شفیقِ مکرم!

آداب و تسلیمات۔ کرم نامہ مورخہ ۱۵ جنوری پہنچا۔ ممنون و مسرور فرمایا۔ مولوی صاحب قبلہ کو اور مجھے بھی افسوس ہے کہ مکالماتِ افلاطون کے ترجمے پر آپ کی محنت رائیگاں گئی۔

اگر آپ کوئی مستقل کام کرنا چاہتے ہیں جس سے اردو کی خدمت بھی ہو سکے اور کام بھی پائیدار قسم کا ہو تو میں اس کے متعلق مولوی صاحب قبلہ سے مشورہ کرکے بعد میں مفصل عرض کروں گا۔ میں نے غالب پر آپ کا مضمون علی گڑھ میگزین کے غالب نمبر (۳۸) میں پڑھا۔ واقعی بڑے اچھوتے انداز میں لکھا ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ آپ تاریخِ ادبِ اردو کے سلسلے میں کوئی مفصل مقالہ یا کتاب تحریر فرمائیں۔ مثلاً گزشتہ سو سال کا اردو ادب، اردو کے مشہور ہندو ادیب، نثرِ اردو کی تاریخ۔ ان موضوعات پر آپ سے بہتر کون لکھ سکتا

ہے - آپ کی معلومات وسیع ہیں اور قلم میں روانی ہے - کم از کم اردو ادب کی تنقید پر کچھ تحریر فرمائیں کہ آج کل تنقیدی لٹریچر میں ناتجربہ کاری کے علاوہ بے راہ روی پائی جاتی ہے-

رسالۂ اردو کا جنوری نمبر ارسال خدمت کیا گیا ہے - رسید سے مطلع فرمائیں - انجمن کی مطبوعات اکثر گلاب سنگھ (۳۹) کی تحویل میں ہیں - کچھ کتابیں یہاں بھی مل جاتی ہیں-

اپنے لیے آپ کو ایک تکلیف دیتا ہوں - وہ یہ ہے کہ آپ براہِ کرم مصر کے بڑے بڑے تاجران کتب کی فہرستیں ارسال فرما دیں یا ان سے کہہ دیں ، وہ براہ راست بھیج دیں گے - عیسیٰ البابی اور مصطفیٰ البابی الحلبی کے علاوہ الیان سرکیس وغیرہ کئی کتب فروش قاہرہ کے شارع الضجالہ پر ہیں-

ہاشمی صاحب (۴۰) لاہور میں ہیں اور آج کل انجمن کے لیے تاریخِ ہند لکھ رہے ہیں-

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہو گا-

مخلص : قاضی احمد میاں اختر

(۲۲)

کراچی ، ۲۲ فروری ۱۹۵۰ء

شفیقِ محترم!

تسلیم - کرم نامہ پہنچا - یاد فرمائی کا شکریہ - مطلوبہ کتابیں روانہ کی گئی ہیں- رسید سے مطلع فرمائیں - انجمن کی دیگر مطبوعات شاید گلاب سنگھ کے ہاں مل جائیں ورنہ آپ انجمن ترقی اردو علی گڑھ کو لکھیں،ممکن ہے وہاں سے مل جائیں -

وہاں بیٹھ کر آپ لکھنا چاہیں تو میرے خیال میں آپ اردو کے معاصر ادیبوں پر الگ الگ یا مجموعی حیثیت سے لکھ سکتے ہیں- جدید اردو ادب یا گذشتہ سو سال کے اردو ادب پر آپ تحریر فرمائیں تو آپ کو اپنے حافظے سے بہت مدد مل سکتی ہے - آپ کے قلم سے ایک سرسری جائزہ بھی بہت قابلِ قدر ہو گا- رسالۂ اردو کے لیے یہ ایک اچھا تحفہ ہو سکتا ہے-

مولانا خیریت سے ہیں اور سلام کہتے ہیں - امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہو گا-

عربی فہرستیں اب تک نہیں ملیں - آپ نے غالباً عربی سیکھ لی ہو گی - مجھے ایک عربی ناول کی ضرورت ہے اس کا نام حسب ذیل ہے : الشیخ سیّد عبیط واقاصیص اُخری (۴۱) از محمود تیمور پاشا-

براہِ کرم اس کو تلاش کرا کر ضرور ارسال فرمائیں - بہت ممنون ہوں گا - پہلے یہ کتاب علی گڑھ میں نصاب عربی میں داخل تھی-

خدماتِ لائقہ سے یاد فرمائیں۔

مخلص: قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی

(۲۳)

کراچی، ۹ اگست ۱۹۵۰ء

شفیقِ مکرم و محترم زاد کرمہ!

تسلیم۔ کرم نامہ ۳ اگست پہنچا۔ اس سے پیشتر آپ کا نوازش نامہ پہنچا تھا جس کے جواب میں تاخیر کا سبب میری اور بچوں کی علالت ہے۔ پندرہ روز ہوئے کہ میں نے آپ کے اس خط کا جواب لکھا اور نہ معلوم کہاں رکھ دیا اور یہ خیال رہا کہ میں آپ کو جواب لکھ چکا ہوں، لیکن بعد میں وہ جواب مل گیا تو معلوم ہوا کہ وہ ڈاک میں نہیں ڈالا گیا۔ بہرحال تاخیرِ جواب کی عذر خواہی کے ساتھ اِس بات کا بھی یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کے خط کا جواب دینے میں دانستہ تساہل سے کام نہیں لیا۔

عرصہ ہوا کہ آپ کی مطلوبہ کتابیں ہمارے سول ایجنٹ کی طرف سے آپ کو مصر بھیجی گئی تھیں۔ لیکن تعجب ہے کہ وہ اب تک آپ کو نہیں ملیں۔

رسالۂ اردو بابت اپریل بھی آپ کو مصر کے پتے سے گیا تھا وہ نہیں ملا۔ اس لیے اب اپریل اور جولائی کے دو پرچے ارسالِ خدمت ہیں۔ آپ کا تبدیل شدہ پتا دفتر میں لکھوا دیا ہے۔

مولوی صاحب قبلہ تبدیلِ آب و ہوا کی غرض سے کوئٹہ تشریف لے گئے ہیں۔

آپ نے حمورابی (۴۲) کے قوانین پر کچھ لکھا ہو تو ضرور بھیجیے۔ ہم جنوری ۱۹۵۱ء سے رسالۂ "تاریخ" جاری کر رہے ہیں۔ اس میں تاریخ اور آئین اور قانون پر مضامین شائع کیے جائیں گے۔

براہ کرم بغداد کے کتب فروشوں کی فہرستیں بھیج کر ممنون فرمائیں۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہو گا۔

مخلص: قاضی احمد میاں اختر

(۲۴)

کراچی، ۲۳ اگست ۱۹۵۰ء

شفیقِ مکرم!

تسلیم نیاز۔ کرم نامہ مورّخہ ۱۱ جون (از بغداد) کا جواب ارسال خدمت کر چکا ہوں۔ ایجنٹ نے غلط اطلاع دی تھی کہ اُنھوں نے کتابیں مصر کے پتے پر بھیج دی ہیں۔ خود مالکِ مکتبہ

سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کے تحریر فرمانے پر وہ کتابیں نہیں بھیجی گئیں کیونکہ آپ نے بعد میں ہدایات بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اب چونکہ آپ نے تحریر فرمایا ہے اس لیے میں نے مکتبہ والوں سے کہہ دیا ہے کہ وہ کتابیں آپ کو بغداد کے پتے پر روانہ کر دیں۔ انجمن کی طرف سے چند اور کتابیں شائع ہو رہی ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ داستانِ طبعیات از نصیر الدین عثمانی۔

۲۔ مقدمۂ سائنس ( ترجمہ از سارٹن ) مترجمہ سید نذیر نیازی۔

۳۔ نوادر الالفاظ ( اردو ، فارسی لغت ) از سراج الدّین علی خاں آرزو۔

۴۔ عربی ، اردو لُغت مرتبہ مولوی محمد سورتی۔

رسالۂ اردو بابت جولائی آپ کو بھیجا گیا ہے ۔ اس کے ساتھ اپریل کا پرچہ بھی روانہ کیا گیا ہے ۔ رسید سے مطلع فرمائیں ۔ آپ کا نیا پتا دفتر میں نوٹ کروا دیا ہے۔

حمورابی کے قوانین کے متعلق اگر تحریر فرمائیں تو رسالۂ تاریخ کے لیے بھیج دیں جو یکم جنوری ۱۹۵۱ء سے شائع ہونے والا ہے ۔

میں نے ایک کتاب کے متعلق آپ کو لکھا تھا جو نہیں مل سکی۔ مجھے صرف اس کے مقدمے کی ضرورت تھی جس میں مصنف نے عربی افسانوی ادب کا جائزہ لیا ۔ اگر آپ کو وہاں کوئی ایسی کتاب مل سکے جس میں عربی کے افسانوی ادب کے متعلق معلومات درج ہوں تو ضرور ارسال فرمائیں ۔ بغداد کے کتب فروشوں سے فہرستیں بھجوانے کے متعلق پہلے عرض کر چکا ہوں۔

امید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہو گا ۔ خدمات سے یاد فرماتے رہیں۔

مولانا اس وقت کوئٹہ تبدیل آب و ہوا کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔

مخلص : قاضی احمد میاں اختر

(۲۵)

کراچی

۲۷ مارچ ۱۹۵۱ء

شفیقِ مکرم!

کرم نامہ مورخہ ۱۱ مارچ دستیاب ہو کر باعثِ مسرّت ہوا۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ اس طویل عرصے میں اپنی پریشانیوں اور مصروفیتوں کی وجہ سے نہیں لکھ سکا جس کی وجہ سے آپ کو مجھ پر ناراضگی کا شبہہ ہو گیا ۔ استغفر اللہ آپ ایسے کرم فرماؤں سے بلا وجہ ناراض ہونا میرے نزدیک کفر ہے ۔ آپ اِس قدر یاد فرماتے ہیں اور میں جواب تک نہیں لکھ سکا۔ اس کے لیے بہت شرمندہ اور محجوب ہوں۔ برائے خدا آپ اپنے دل سے یہ شبہہ نکال دیجیے اور مجھے پہلے کی طرح اپنا

بہی خواہ اور مخلص تصور فرمائیے۔

رسالۂ تاریخ چھپ گیا ہے اور عنقریب حاضر خدمت ہو گا۔ آپ کے مضمون " حمورابی کی شریعت " کا انتظار رہا۔ نوادر اللغات چھپ گئی ہے۔ اس کا مقدمہ چھپ رہا ہے وہ تیار ہو جائے تو آپ کو بھجواؤں۔

دیوانِ سخن (۴۳) کے آخر میں محمد خلیل نامی مونگیری کا کوئی قطعۂ تاریخ موجود نہیں ہے میں نے اسے بار بار دیکھا لیکن اس میں موجود نہیں ہے۔ سروشِ سخن (۴۴) میں بھی دیکھا۔ اس میں بھی نہیں۔ اگر آپ اس کا کوئی حوالہ دے سکیں تو میں تلاش کروں۔

میں بہمہ وجوہ خیریت سے ہوں۔ امید کہ مزاجِ گرامی بخیر و عافیت ہو گا۔ خدماتِ لائقہ سے یاد فرماتے رہیں۔

آپ کا مخلص : اختر جوناگڑھی

(۲۶)

کراچی

۱۳ جون ۱۹۵۱ء

شفیقِ محترم! سلامت و رحمت

آخری نوازش نامہ مورخہ ۷ اپریل بغداد سے چل کر یہاں ۱۳ اپریل کو مل گیا تھا۔ اردو کانفرنس کی مصروفیتوں میں اس کا جواب نہیں لکھ سکا۔ ۹ جون کو میرے عزیز دوست سید حسام الدّین راشدی (۴۵) مصر اور لندن کی سیاحت سے واپس آگئے۔ اُن کی زبانی آپ کا پیغام محبت پہنچا وہ آپ سے مل کر جس قدر خوش ہوئے اس سے زیادہ آپ کے متعلق اُن سے بہت کچھ سن کر مجھے دلی مسرت ہوئی۔ خدا کرے کسی دن آپ سے روبرو ملنا نصیب ہو۔ آپ ایسے محبت کرنے والے لوگ اب کہاں ملتے ہیں۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میرؔ سے صحبت نہیں رہی

سوائے اس دعا کے اور کیا عرض کروں کہ :

زندہ باشی و شادماں باشی

ذکرِ غالب طبع جدید (۴۶) مل گیا۔ خوب چیز ہے۔ آپ نے اردو ادب میں ایک نئی طرح ڈالی ہے جو اس کی تاریخ میں یادگار رہے گی۔ افسوس کہ ہم نے اپنے بہترین اہلِ قلم اور ان کی دماغی صلاحیتوں کو نہیں پہچانا اور نہ ان کی داد دی۔ بہرحال میں اپنی طرف سے آپ کو خراجِ

تحسین پیش کرتا ہوں- قبول فرمائیے- ذرا فرصت ملے تو ایک آدھ تبصرہ بھی لکھوں گا- آپ کے قلم سے اردو ادب کی بڑی توقعات وابستہ ہیں - آپ کو کردار نگاری میں کافی مہارت ہے - کیوں نہ آپ اردو کے مشہور ادیبوں پر ایک کتاب لکھ دیں-

کم از کم سلسلۂ مضامین کی توقع بے جانہ ہو گی- حمورابی کی شریعت پر آپ نے اب تک کافی لکھ لیا ہے - اگر بھیج دیں تو رسالۂ " تاریخ " میں شائع کیا جائے-

رسالۂ تاریخ اردو ٹائپ میں چھپا- چونکہ پروف دوسروں نے دیکھے اس لیے کافی غلطیاں رہ گئیں - چھاپنے والے بھی بالکل ناتجربہ کار اور نئے تھے- اب انجمن نے اپنا پریس قائم کر لیا ہے- اس میں چھپا ہوا دوسرا نمبر بابت اپریل آپ کو بھیجتا ہوں- رسالۂ " تاریخ " حسام الدین صاحب نے آپ کو پہنچایا ہو گا - دیوانِ سخن سے آپ کا مطلوبہ قطعۂ تاریخ نقل کرتا ہوں-

جنابِ خواجہ فخرالدّین بہادر — کہ زندہ باز ازو نامِ سخن شد
بطرزِ عاشقانہ گفت دیوان — کہ مطبوعِ دلِ ہر اہلِ فن شد
زمینِ شعرِ او ہم اوجِ گردوں — نقاطش رشکِ پروین و پرن شد
بفکرِ تازہ دادِ نظم دادہ — کزو متروک مضمونِ کہن شد
بہ گُل بندیِ الفاظِ نگاریں — بیاضِ صفحہ صد رشکِ چمن شد
بہ بیں سحرِ حلالش بہرِ حاسد — کہ در دستش زبان قفلِ دہن شد
سرِ اعدا زدہ تاریخ گفتم — ز دل مقبول دیوان سخن شد

پاکستان میں اس وقت جو پرچے چوٹی کے شمار کیے جاتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱ مخزن ، لاہور ۲- ہمایوں ، لاہور ۳- عالمگیر ، لاہور ۴- نیرنگِ خیال ، لاہور ۵- ماہِ نو ، کراچی ۶- فاران ، کراچی-

انجمن کی جدید مطبوعات کی فہرست ارسال خدمت ہے-

اپنی خیریت سے کبھی کبھی مطلع فرماتے رہیں- سید حسام الدین صاحب سلام عرض کرتے ہیں-

مخلص : اختر جوناگڑھی

(۲۷)

کراچی

۱۸ جولائی ۱۹۵۱ء

شفیقِ مکرم!

سلام و رحمت - ۱۸ جون کے محبت نامے کا جواب آج پورے ایک ماہ کے بعد دے رہا

ہوں۔ اس تاخیر کی معذرت قبول فرمائیے۔

عزیز مصر ڈاکٹر ترمذی مرحوم کی بیماری اور آپریشن کی کچھ تفصیل آپ کے کرم نامے سے معلوم ہوئی جسے پڑھ کر بے حد افسوس ہوا۔ اس پیارے بچے کی جوانامرگی کا سخت صدمہ ہے۔

"ذکرِ غالب" ایک دوست پڑھنے کے لیے لے گئے ہیں۔ آ جائے تو اس پر تبصرہ لکھوں گا۔ جولائی کا اردو اگست کے وسط تک شائع ہو گا۔

غالب کے تلامذہ کا مفصل تذکرہ اب تک نہیں دیکھا۔ "اردو ادب" آئے تو دیکھوں گا۔ یہ بہت ضروری چیز ہے جس پر کسی نے توجہ نہیں کی۔

پرچے آپ کو باقاعدہ ملتے رہیں گے۔ اپریل کا "اردو" تو دفتر سے اسی وقت بھیجا گیا تھا۔ میں نے ہدایت کر دی ہے دوبارہ بھیجا جائے۔ حمورابی والا مضمون تیار ہو تو بھیج دیجیے۔

یہ معلوم کرکے مسرت ہوئی کہ آپ اگلے جاڑوں میں تشریف لائیں گے۔ ملاقات کی مسرّت قبل از وقت محسوس کر رہا ہوں۔

راشدی صاحب انگلستان سے واپس آتے ہی اپنے گاؤں چلے گئے اور غالباً وسط اگست تک واپس ہوں گے۔ میرے عزیز دوست ممتاز حسن صاحب سکریٹری فنانس (۴۷) لندن گئے ہوئے ہیں۔ میں نے ان سے بھی کہا ہے کہ وہ ضرور آپ سے ملاقات کریں۔ ان سے بھی اکثر آپ کا ذکرِ خیر آتا رہا ہے۔ وہ بھی اردو کے اچھے ادیب اور شاعر ہیں اور آپ ان سے مل کر بہت محظوظ ہوں گے۔

آپ کی خیریت مزاج چاہتا ہوں۔

آپ کا مخلص:
اختر جوناگڑھی۔ کراچی

(۲۸)

کراچی
۲۸ ستمبر ۱۹۵۱ء

شفیقِ محترم! السلام علیکم و رحمۃ اللہ

اس سے پیشتر آپ کے کرم نامے کا جواب لکھ چکا ہوں۔ تعجب ہے کہ وہ آپ کو نہیں پہنچا۔ وہ خط یہاں سے ۲۵ جون کو بھیجا گیا تھا بذریعہ ایر میل۔ اس سے پہلے ۱۳ جون کو ایک خط روانہ کیا تھا۔

رسالہ "اردو" کے دونوں نمبر (اپریل اور جولائی) آج کی ڈاک سے رجسٹری ارسال خدمت ہیں۔ رسید سے مطلع فرمائیں۔

آپ کی پریشانیوں کا حال پڑھ کر افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ان پریشانیوں کو جلد دور کرے اور والدہ محترمہ (۴۸) کو صحتِ عاجل عطا فرمائے۔

آپ کی جدید تالیف (۴۹) پڑھ کر آپ کے گہرے مطالعے اور بصیرت کا قائل ہو گیا۔ اس موضوع پر اب تک صرف دو تحریریں میں نے دیکھی ہیں۔ ایک مولوی عبدالرحمٰن نگرامی مرحوم(۵۰) کی جو پندرہ بیس برس ہوئے جواں عمری میں انتقال کر گئے۔ ان کا مفصل مضمون "اسلام میں عورت کا درجہ" غالباً ۱۹۲۱ء میں معارف (اعظم گڑھ) کے تین نمبروں میں شائع ہوا تھا (۵۱)۔ اس کے بعد آپ کی تحریر دیکھی۔ ایسی متین، گہری اور مخلصانہ تحریریں بہت کم نظر آتی ہیں۔ کتاب کے سرسری مطالعے کے بعد ایک دوست اسے پڑھنے کے لیے مانگ کر لے گئے۔ انھوں نے اپنے کسی دوسرے دوست کو دے دی اور وہ اب تک میرے پاس نہیں پہنچی۔ واپس آنے کے بعد اس پر کچھ لکھنے کا ارادہ ہے ان شاء اللہ۔

"ذکرِ غالب" پر میں تبصرہ کرنا چاہتا تھا کہ ہاشمی صاحب نے اس پر ایک مختصر تبصرہ کر ڈالا اور کوئی تین ماہ ہوئے "مولانا نے ریڈیو میں اس پر تبصرہ کر دیا۔ یہ دونوں تبصرے بھی زیادہ تر توصیفی تھے۔ کتاب کے محاسن پر ابھی لکھنے کی گنجائش ہے۔ میں ادھر دو ماہ سے علیل رہا۔ وجع الصدر (ANGINA PECTORIS) کی شکایت میں دو سال سے مبتلا ہوں۔ دفتر کی مصروفیتیں بہت بڑھ گئی ہیں۔ تاہم کوشش کروں گا کہ اس پر کچھ لکھوں۔

پیر سیّد حسام الدین صاحب آپ کو بہت یاد کرتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ اپنی خیریت اور حالات سے مطلع فرمائیں۔ مولانا آج کل کوئٹہ تشریف لے گئے ہیں۔

آپ کا: اختر

(۲۹)

کراچی

۸ اکتوبر ۱۹۵۲ء

بندہ نواز

تسلیم و نیاز۔ آپ کے تین کرم نامے پہنچے اور مجھے ان میں سے ایک کا بھی جواب لکھنے کی توفیق نہ ہوئی۔ شومیِ قسمت سے آپ کے جانے کے بعد میں تقریباً تین ماہ تک بسترِ علالت پر رہا۔ پتّی (URTICARIA) بخار اور دردِ گردہ کے پے در پے حملے ہوتے رہے، مزمن وجعِ صدر (ANGINA) نے بھی کافی پریشان کیا۔ ادھر انجمن کے حالات روز بروز بگڑنے لگے جس سے میری پریشانیوں میں کافی اضافہ ہو گیا۔ بہرحال خدا کا شکر ہے کہ ایک مدت کے بعد میری صحت عود کر آئی اور انجمن کے حالات نے بھی کروٹ لی ہے اور کچھ کچھ اس کی مالی حالت درست

ہو رہی ہے ، تمام رسالے برابر جاری ہیں۔

اس اثنا میں ایک خط آپ کو دہلی کے پتے پر روانہ کیا تھا اور مضمون کی کاپیاں بھی بھیجی تھیں جو واپس آگئیں۔ اس کے بعد کے تین عنایت نامے ۲۱ اپریل ، ۱۹ جون اور ۱۵ ستمبر کے ، یکے بعد دیگرے ملتے رہے۔ میں آپ سے سخت نادم ہوں کہ اب تک ان کے جوابات نہیں لکھ سکا۔ اس کو خواہ میری سُستی اور کاہلی پر محمول کریں یا دماغی پریشانیوں اور تفکّرات پر ، بہرحال عفو و کرم کی التجا کے سوا اور کوئی طریقہ معذرت خواہی کا میرے پاس نہیں - والعذر عند کرام الناس مقبول۔ میری مسلسل خاموشی پر بھی آپ کا فیضانِ مراسلت برابر جاری رہا۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ آپ کی شرافتِ نفس آپ کو انتقام لینے پر آمادہ نہیں کر سکی۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ کی اِس مروت و وفا سے ناجائز فائدہ اٹھایا جائے بلکہ میری یہ کوشش ہو گی کہ حتی الامکان آپ کی "نصف ملاقات" سے مشرّف اور مستفید ہوتا رہوں۔ آپ کی محبت اور عنایت میرے حال پر فراموش کر دینے کی چیز نہیں۔

دور دستاں را بہ ہمّت یاد کردن مشکل است
ورنہ ہر نخلے بہ پائے خود ثمر می افگند

اگر اس نیاز نامے کے ذریعے میں اپنی پچھلی خاموشی کی کچھ تلافی کر سکا تو یہ میرے لیے یقیناً اطمینانِ قلب کا باعث ہو گا۔

سب سے پہلے مجھے یہ بتائیے کہ صاحبزادے سلمہٗ کا کیا حال ہے - آپ نے ۱۹ جون کے مکتوب میں یہ مژدہ سنایا تھا کہ بحمد ہ پہلے سے بہت بہتر ہے - دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے صحتِ کامل عطا فرمائے۔

آپ یہاں دوبارہ تشریف نہ لا سکے ، اس کا بہت افسوس رہا - مدتوں میں ملاقات نصیب ہوئی اور وہ بھی ادھوری۔ دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی - خیر یار زندہ صحبت باقی۔

افسوس ہے کہ تمورابی اور غالب والے مضامین کے دس دن تک نہیں لکھوا سکا جس کے متعلق آپ نے بہت دیر میں تحریر فرمایا تھا - آپ کے دونوں مضامین یہاں بہت دلچسپی سے پڑھے گئے - "تمورابی کون تھا" اس کو جاننے کے لیے "تاریخ و سیاست" کے قارئین منتظر ہوں گے - لہٰذا یہ "تیار" مضمون فوراً عنایت فرما دیجیے تاکہ نومبر دسمبر میں شائع ہو سکے۔

پیر حسام الدین صاحب سے جب جب ملاقات ہوتی ہے کسی نہ کسی طرح آپ کا ذکرِ خیر ضرور آتا ہے - خط لکھنے میں وہ بھی میری طرح ، بلکہ مجھ سے کچھ زیادہ ہی سُست ہیں - آپ کا سلام اُن کو برابر پہنچاتا رہتا ہوں - ان کو بھی آپ کے خطوط برابر مل رہے ہیں - آج کل وہ کسی دوست

کی معیت میں مشرقِ وسطیٰ (بغداد، بیروت وغیرہ) کے سفر پر آمادہ ہیں - ممکن ہے اس سلسلے میں آتے جاتے کبھی آپ کی طرف بھی آ جائیں۔

میری تینوں بچیوں اور ان کی والدہ نے آپ کی کتاب (عورت اور اسلامی تعلیم) بالاستیعاب پڑھ ڈالی ہے اور اس سے کافی استفادہ کیا ہے- میں نے اسے اب تک جستہ جستہ اِدھر اُدھر سے دیکھا تھا - لیکن اب مسلسل دیکھ رہا ہوں - اور تنقیدی نظر سے شاید اس پر ایک تبصرہ بھی آئندہ "تاریخ و سیاست" کے لیے لکھ سکوں۔

میں ایک عرصے سے ایک کتاب کی تلاش میں ہوں - بہت معمولی کتاب ہے لیکن نہیں مل رہی ہے "الشیخ عبید و اقاصیص اخریٰ" از محمود تیمور بک (نجل الامیر احمد تیمور مرحوم) (۵۲) یہ ان کے افسانچوں کا مجموعہ ہے جس کے مقدمے میں انھوں نے عربی افسانے کی مفصل تاریخ بیان کی ہے - غالباً یہ مقدمہ "فن القصص" کے نام سے علیحدہ بھی چھپ گیا ہے- دونوں کتابوں میں سے جو بھی مل جائے غنیمت ہے۔

مشہور مصری مصنف حسین ہیکل پاشا (۵۳) نے حضرت عمرؓ پر دو جلدوں میں ایک کتاب سیرۃ الفاروق یا عمرالفاروق کے نام سے لکھی ہے - مجھے اس کی ضرورت ہے - اگر کسی کتب فروش کو تحریر فرما دیں تو وہ بینک کے ذریعے بھیج دے گا۔

مولوی صاحب قبلہ ایک ماہ سے کوئٹہ میں مقیم ہیں - پیر صاحب سلام عرض کرتے ہیں - میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بلا تکلف تحریر فرمائیں - اپنی اور متعلقین کی خیر و عافیت سے وقتاً فوقتاً مطلع فرماتے رہیں - گھر میں اور بچوں کو سلام و دعا۔

نیاز کیش: اختر

(۳۰)

کراچی

۹ دسمبر ۱۹۵۶ء

شفیقی و مکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - نوازش نامہ مورخہ ۲۹ نومبر مل گیا تھا - چند روز ہوئے سیرۃ الفاروق کی دو جلدیں بھی وصول ہوئیں - ان پیہم نوازشوں کا شکریہ کس طرح ادا کروں مجھ سے یہ بارِ لطف کیونکر اٹھایا جائے گا؟

ہیکل کی کتاب بروقت پہنچ گئی اور آج میں نے اپنا مقالہ ختم کرکے (اردو انسائیکلوپیڈیا کے لیے) پروفیسر محمد شفیع صاحب کو لاہور بھیج دیا ہے - کتاب بہت خوب ہے اور محققانہ انداز

میں لکھی گئی ہے اگرچہ زیادہ تر مآخذ کے حوالے نہیں دیے گئے (۵۴)۔

آپ کا مضمون " حمورابی " پر آج کل رسالۂ تاریخ میں چھپ رہا ہے (۵۵)۔ دو ایک روز میں پورا چھپ جائے گا باوجود موضوع خشک ہونے کے بہت دلچسپ ہے۔ پروف میں خود دیکھ رہا ہوں۔ اس سلسلے کی اور کڑیاں بھی بھیجتے رہیں۔ آئندہ اشاعت فروری میں نکلے گی۔ اگر جنوری کے وسط تک بھیج دیں تو وقت پر چھپ سکے گا۔ آپ کے مضمون کے پانچ نسخے حسبِ دستور بھیجے جائیں گے۔

حسام الدین صاحب کو آپ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ غالباً انھوں نے آپ کو لکھا ہو گا

دور دستاں را بہ ہمّت یاد کردن مشکل است
ورنہ ہر نخلے بپائے خود ثمر می افگند

آپ کی کتاب پر تبصرہ ضرور ہو گا ، انشاء اللہ !

خدا کے فضل سے اب میری طبیعت ہم قرینِ صحت ہے۔ صاحبزادے کی صحت اچھی ہو گی اور آپ مع اہل و عیال بخیر و عافیت ہوں گے۔ میرے سب بچے جو اب آپ سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں آپ کو آداب عرض کرتے ہیں۔ میری طرف سے گھر میں اور بچوں کو دعا۔

آپ کا مخلص:
اختر جوناگڑھی

(۳۱)

کراچی
۳۰ دسمبر ۱۹۵۳ء

عزیزی و صدیقی المحترم سلمہ اللہ تعالیٰ !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ، پیشتر آپ کے پے در پے تین کرم نامے ملے تھے جن کا جواب ۱۰ جون کو لکھ چکا ہوں اس کے بعد آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۳ جولائی اور دوسرا حال ہی میں پہنچا ہے۔ ان میں اپنے خط کی رسید نہ پا کر متعجب ہوا کہ وہ خط آپ تک کیسے نہیں پہنچا۔ حالانکہ ایک علیحدہ لفافے میں ہوائی ڈاک سے بھیجا تھا۔

میں بفضلہٖ تعالیٰ خیر و عافیت سے ہوں۔ بھلا آپ جیسے کرم فرما سے کیوں ناراض ہونے لگا ، اس کا کبھی خیال ہی نہ فرمائیے۔ کچھ تو میری مصروفیات اور کچھ تساہل اور کوتاہ قلمی جلد آپ کے خطوط کا جواب نہ دینے کی ذمے دار ہے۔

ریڈیو پاکستان کراچی سے میں ہر ماہ عالمِ اسلام پر ایک تقریر نشر کرتا ہوں۔ اس کے لیے

"

مجھے مڈل ایسٹ نیوز ایجنسی کے ہفتہ وار MENA کی ضرورت ہے ان کا پتا یہ ہے:

43, Malika Street, Cairo.

اس کے مینجنگ ڈائریکٹر ایڈیٹر ڈاکٹر حسن خلیفہ ہیں - اگر آپ زحمت فرما کر میرے نام یہ پرچہ جاری کرا دیں تو عنایت ہو گی - اس کی جو قیمت ہو گی وہ میں آپ کے زیرِ ہدایت ادا کر دوں گا۔

پیر حسام الدین راشدی صاحب ۶ ماہ سے اپنے گاؤں پر تشریف رکھتے تھے - اب وہ وہاں سے واپس آ گئے ہیں۔ میں نے ان کو توجہ دلائی ہے کہ آپ کے خطوط کا جواب دیں۔ وہ خطوں کے معاملے میں نہ صرف سُست بلکہ بہت بے پروا ہیں۔

امید ہے کہ آپ مع اہل و عیال بخیریت ہوں گے - بچے کی صحت اب بالکل اچھی ہو گی۔

جولائی کا رسالۂ تاریخ تیار ہو رہا ہے - ایک آدھ ہفتے میں روانہ ہو گا - اردو کے دو نمبر جوبلی کے موقع پر جو ۱۵ تا ۱۹ اکتوبر ہو رہی ہے، ایک ساتھ شائع ہوں گے - یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ آپ کا رسالوں کا ذخیرہ نذرِ آتش ہو گیا۔ اردو کے کون سے پرچے آپ کے پاس نہیں رہے - وہ اگر آپ بتا دیں تو میں ان کی تلافی کی کوشش کروں گا۔

احقر: اختر

(۳۲)

سندھ یونیورسٹی

حیدرآباد سندھ

۹ فروری ۱۹۵۴ء

برادرِ عزیز سلمہ اللہ تعالٰے و بارک اللہ فیکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ - کیا بتاؤں کہ میں آپ سے کس قدر نادم ہوں - آپ کے پے در پے نوازش نامے ملتے رہے اور میں ہجومِ افکار کے سبب ان کا جواب نہ لکھ سکا - تقریباً تین ماہ قبل ایک خط کراچی سے لکھا تھا۔ جس میں آپ کے پچھلے تین عنایت ناموں کا جواب تھا - امید ہے کہ وہ ضرور مل گیا ہو گا۔

میں نے انجمن کی ملازمت ترک کر دی ہے اور یکم دسمبر سے بحیثیت صدرِ شعبۂ تاریخِ اسلام یہاں آ گیا ہوں؛ اگرچہ بال بچے مکان پر سب کراچی میں ہیں - کچھ اہل و عیال میرے ساتھ ہیں۔ نیا مکان، نیا دانہ، نیا پانی اور فرائضِ منصبی کی تعمیل - گزشتہ دو ماہ انہی کی نذر ہو گئے - اب کہیں جا کر سُستانے کا موقع ملا ہے، پھر بھی یقین مانیے کہ اب تک فراغِ خاطر نصیب نہیں ہوا

زندگی نام ہے مر مر کے جیے جانے کا

آپ کی شکایت بسر و چشم - سوائے معذرت کے اور کیا عرض کر سکتا ہوں - گر قبول افتد ---- ارخ - بایں ہمہ یہ توقع بے جا نہ ہو گی کہ آپ کی عنایات و توجہات اسی طرح میرے شامل حال رہیں گی - زیادہ کیا عرض کروں -

( کہ ) خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند

آپ کا مضمون کراچی ہوتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا- میں نے ایک خط کے ساتھ سیّد ہاشمی صاحب کو بھیج دیا ہے کہ وہ فروری نمبر میں شائع کر دیں- نام کے متعلق اطمینان رکھیے-

براہ کرم مصری نیوز ایجنسی ( ۴۳ - شارع الملکہ - قاہرہ ) کو مطلع کر دیجیے کہ وہ آئندہ MENA کے تمام نمبر موجودہ پتے پر بھیجا کرے- میں بحمد اللہ مع اہل و عیال خیریت سے ہوں اور آپ کی صحت و عافیت کے لیے ہمیشہ دست بدعا ہوں - والسلام

احقر : اختر

(۳۳)

کراچی

۱۳ اکتوبر ۱۹۵۴ء

شفیقِ محترم ! السلام علیکم -

افسوس ہے کہ زندہ ہوں ، لکھنا پڑا ہے حال

کیا مختصر جواب یہ ہوتا کہ ---------- مر گیا

انتہائی حزن و ملال کے ساتھ اطلاع دیتا ہوں کہ میری رفیقۂ حیات نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اور مجھے اور اپنے سات بچوں کو ہمیشہ کے لیے داغِ مفارقت دے گئیں - انا للہ وانا الیہ راجعون -

مرحومہ نہ صرف دنیوی معاملات میں میری دستِ راست تھیں بلکہ میری دماغی کاوشوں میں بھی برابر شریک رہیں-یہاں آنے پر مجھے اپنی بربادی اور خانہ ویرانی کا کچھ غم نہ تھا کہ میرے لیے ان کی ذات سرمایۂ صد حیات تھی لیکن اب مجھے صحیح طور اپنی بربادی کا احساس ہوا -

چار دن کی بچی ان کی آخری یادگار ہے جس کو سینے سے لگائے ہوئے ہوں-

دل ریش اختر

(۳۴)

حیدرآباد سندھ

۶ دسمبر ۱۹۵۴ء

شفیقِ مکرّم و کرمِ مجسم جناب مالک رام صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ! تسلیم و نیاز

دونوں کرم نامے وصول ہوئے۔ تعزیت و یاد آوری کا خاص طور سے ممنون ہوں ۔ مجھ پر جو کچھ بیت چکی اور بیت رہی ہے اس کو " دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من " ۔ شاید اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فَأَبَيْنَ وَ حَمَلَهَا الإِنسانُ ۔ احساسِ فرض ، مرحومہ کی زندہ یادگاروں کی حفاظت و صیانت کا خیال نہ ہوتا تو میرا جینا محال تھا ۔ بہرحال شکر ہے کہ سررشتۂ صبر ہاتھ سے نہ چھوٹا اور میں جی رہا ہوں ۔ محض بچوں کی خاطر۔

یکم دسمبر سے میں نے اپنا کام شروع کر دیا ہے ۔ ہفتے میں دو دن کراچی چلا جاتا ہوں تاکہ بچوں کی دیکھ بھال ہو سکے۔

آپ کا پتا انجمن کے دفتر میں نوٹ کرادیا ہے ۔ مضامینِ ماسبق کے متعلق عرض ہے کہ رسائل کے لیے جتنے مضامین آتے رہے ان سب کا معاوضہ انجمن نے نہیں دیا۔ صرف انھی اہلِ قلم کو معاوضہ دیا گیا جنھوں نے اس کا مطالبہ کیا ۔ بہرحال میں کراچی جاؤں گا تو اس بارے میں مولانا سے گفتگو کروں گا اور آپ کو اطلاع دوں گا ۔ ہاشمی صاحب لاہور چلے گئے۔ اب انجمن سے ان کا تعلق نہیں رہا ۔ " تاریخ و سیاسیات " کی اشاعت موقوف ہو گئی ، اب صرف " اردو " جاری ہے دفتر میں صرف ایک اسسٹنٹ ہے اور کوئی کام کرنے والا نہیں ہے۔ انجمن کے حالات میرے جانے کے بعد سے بہت خراب ہوگئے۔ مولوی صاحب کافی معمر ہو چکے۔ اب ان سے کوئی کام نہیں ہوتا ۔ بہرحال دوسرے اداروں کی طرح انجمن بھی چل رہی ہے۔

امید ہے مزاجِ گرامی بخیر و عافیت ہو گا۔ اپنے علمی و ادبی مشاغل سے مطلع فرماتے رہیں۔

مخلص: اختر

## بنام محمد اسمٰعیل پانی پتی

(۳۵)

انجمن ترقی اردو پاکستان
کراچی
۱۸ اپریل ۱۹۵۰ء

مکرمی! السّلام علیکم

آپ کے مکتوب گرامی مورخہ ۱۴ اپریل کے جواب میں گزارش ہے کہ اس وقت انجمن کے پاس ایک درجن سے زائد مُسوّدات طباعت کے لیے پڑے ہوئے ہیں اور کوئی چھ سات کتابیں

زیرِ طبع ہیں - ایسی صورت میں آپ کی مرسلہ کتابوں "افکارِ سلیم" اور "رباعیاتِ حالی" کی طبع ثانی کا انتظام کرنا مشکل ہے - اگر ان کتابوں کو انجمن کی آیندہ مطبوعات کے سلسلے میں رکھا جائے تو کم از کم تین سال تک ان کی طباعت کا انجام پانا مشکل ہے - اس وقت زیرِ طبع کتابوں کا پروگرام ۱۹۵۳ء تک بن چکا ہے - لہٰذا اگر پسند فرمائیں تو آپ کی مرسلہ کتابیں اس کے بعد رکھی جا سکتی ہیں یا پھر یہ کہ وہ آپ کو واپس کر دی جائیں- "تذکرۂ حالی" کے متعلق مولوی صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں آپ کے کئی مضامین شائع کر چکے ہیں - لہٰذا آپ اپنے طور پر اس میں مناسب ترمیم و اضافہ فرما دیں ، اس کے بعد اس کی طبع و اشاعت کے مسئلے پر غور کیا جائے گا-

قاضی احمد میاں اختر

## بنام مختارالدّین احمد

(۳۶)

انجمن ترقی اردو

ہسپتال روڈ کراچی

۲۳ فروری ۱۹۵۰ء

عزیزِ مکرم !

السّلام علیکم - مودت نامہ مورخہ ۱۷ فروری آج صبح کی ڈاک سے پہنچا جس کا شکریہ قبول فرمایئے- مجھے افسوس ہے کہ میں غالب نمبر(۵۶) کی رسید نہیں دے سکا - یہ نمبر مجھے ملا - اس کے دو روز بعد حفیظ ہوشیارپوری (۵۷) لے گئے اور پھر شیخ محمد اکرام (۵۸) صاحب کے پاس پہنچا - ان کے پاس سے آیا تو ایک اور دوست اٹھا لے گئے - خدا خدا کر کے چند روز ہوئے واپس آیا ہے ان شاء اللہ آیندہ اپریل نمبر میں اس پر تبصرہ کر دیا جائے گا- غالباً اب تک اردو کے اس سخنورِ اعظم پر جتنے خاص نمبر نکل چکے ہیں ان سب میں آپ کا مُرتّبہ نمبر سب سے بہتر نکلا ہے - حیات و کلامِ غالب پر یہ ایک مستقل کتاب کا حکم رکھتا ہے- مولانا نے بھی اسے بہت پسند فرمایا ہے-

رسالۂ "اردو" آپ کو برابر بھیجا جاتا رہا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ ڈاک والوں نے اُڑا لیا- میں نے آج ہی دفتر کو ہدایت کر دی ہے کہ اس کے تینوں نمبر آپ کو بذریعہ رجسٹری آپ کے ذاتی پتے پر بھیج دیے جائیں رِسید سے مطلع فرمائیں-

"اردو" کے اپریل نمبر میں سرسیّد مرحوم کی "آثار الصنادید" کا چوتھا باب یعنی "اہلِ دہلی"

کتابی صورت میں شائع ہو گا۔ اسی نمبر میں مولانا کا ایک مفصل مقالہ سرسیّد پر نکل رہا ہے ۔ یہی مقالہ ان کی تصنیف "چند ہمعصر" میں بھی شائع ہو گا ۔ کتاب کا دوسرا ایڈیشن پریس میں جا چکا ہے ۔

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے ۔ علّامہ میمن صاحب کو میری طرف سے سلام عرض کریں ۔ کئی دن ہوئے ان کا کرم نامہ ملا تھا جس کا جواب اب تک نہیں دے سکا ۔ آج کل میں ان کو لکھوں گا۔

مخلص:
اختر جوناگڑھی

(۳۷)

انجمن ترقی اردو پاکستان
ہسپتال روڈ ، کراچی : ۱
۴ جولائی ، ۱۹۵۳ء

شفیقی و مکرمی ! السلام علیکم

میں سرسید کے علمی کارناموں پر ایک مفصل مضمون لکھ رہا ہوں۔ اس سلسلے میں مجھے "تصانیف احمدیہ" جلد اول میں سرسید کے مختلف رسائل پر ، ان کے لکھے ہوئے دیباچوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ان کو نقل کراکر بھیج سکیں تو بڑی نوازش ہو گی ۔ نقل و کتابت کے مصارف میرے ذمے ہوں گے ۔

امید ہے آپ بہمہ وجوہ خیریت سے ہوں گے۔

مخلص :
اختر

---

(۳۸)

انجمن ترقی اردو پاکستان
اردو روڈ کراچی
۴ جولائی ۱۹۵۳ء

مکرمی سلام مسنون

گرامی نامہ مورخہ ۲۹ مئی بنام مولوی عبدالحق موصول ہوا ۔ جواباً گزارش ہے کہ "کلیاتِ میر" اور "عُودِ ہندی" (۵۹) کے لیے مولانا آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

کہ آپ مولانا حالی مرحوم کے خطوط (۹۰) "اردو" میں اشاعت کے لیے ضرور بھیج دیں۔

عُودِ ہندی کی قیمت ﷲ کے لیے مولانا عبدالعزیز صاحب میمن کو لکھا ہے ، وہ آپ کو دے دیں گے۔ آپ یہ خط اُن کو دکھا کر بھی اُن سے یہ رقم لے سکتے ہیں۔

میر سوزؔ کی تحریر کے عکس اور مخطوطات کی فہرست کا شکریہ - یہ تحریر مع عکس رسالۂ اردو میں شائع ہو رہی ہے (۹۱) - مخطوطات کی قیمتیں اتنی ہیں کہ فی الحال انجمن کی مالی حالت ان کو خریدنے کی اجازت نہیں دیتی (۹۲)۔

احقر:

قاضی احمد میاں اختر

نائب معتمد

# حواشی

(۱) ان پانچ عربی شعروں کی تصحیح نہیں ہو سکی اس لیے بھی کہ قاضی صاحب کو گجراتی رسم الخط میں یہ اشعار لکھے ملے تھے۔ اس خط کا جواب اگر قاضی صاحب کے ذخیرۂ کاغذات میں مل جائے تو اشعار کی تصحیح بھی ہو جائے اور دونوں شاعروں کے بارے میں بھی شاید اطلاعات مل جائیں۔

(۲) دسویں صدی ہجری کے مشاہیر پر ایک کتاب عبدالقادر العَیدَروس نے النور السافر فی أعیان القرن العاشر لکھی تھی جسے الاستاذ المیمنی کے ایک دوست الاستاذ نعمان الاعظمی نے بغداد سے شائع کیا تھا۔ اس کے نسخے قاہرہ کے احمد زکی پاشا اور احمد تیمور پاشا (متوفی ۱۹۳۰ھ) کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ اس کا ایک نسخہ لائیڈن یونیورسٹی لائبریری میں بھی میری نظر سے گزرا تھا۔ اس کی ذیل الشلّی نے "السنا الباہر فی بعض وفیات أعیان القرن العاشر" کے نام سے لکھی تھی جسے الاستاذ المیمنی نے احمد تیمور پاشا کے کتب خانے میں دیکھا تھا۔ لیکن اس کتب خانے کی فہرست میں جسے صدیق مکرم دکتر صلاح الدین المنجّد نے بیروت سے ۱۹۸۰ء میں شائع کیا ہے۔ کتاب کا نام "الرّوح الباصر" درج ہے۔ الاستاذ اس کی اہمیت کے بارے میں ایک مضمون "ماذا رأیت مخزاین البلاد الاسلامیۃ" (مجلہ المجمع العلمی الھندی (۱۰: ۲۸۶) میں لکھتے ہیں "وھولا یقلّ عن اصلہ فی الفائدۃ"۔

(۳) مصر کے بجائے اس خط میں قسطنطنیہ یا تو سہواً لکھا ہے یا اس کا امکان ہے کہ یہ ذیل وہیں دیکھی ہو اور اس نسخے پر نام "السنا الباہر" درج ہو۔ لیکن "مذکرات الاستاذ عبدالعزیز المیمنی مرتب کردہ دکتر شاکر الفحام (مجلہ المجمع العلمی الھندی (۱۱: ۱۴۵-۲۰۴) جسے میں نے جون ۱۹۸۶ء میں شائع کیا ہے۔ ترکی میں محفوظ ۳۶۴ مخطوطات کی فہرست میں الشلّی کی اس کتاب کا اندراج نہیں۔

(۴) غالباً ڈاکٹر عبدالستار صدیقی سابق صدر شعبۂ عربی و فارسی مراد ہیں جو اُس زمانے میں حیدرآباد دکن کے ایک کالج کے پرنسپل تھے۔ وہ بعد کو ڈھاکا یونیورسٹی گئے اور پھر الہ آباد یونی ورسٹی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔

(۵) مولانا سید سلیمان ندوی کا ایک مضمون جو معارف میں ۱۹۲۳ء میں چھپا تھا، یہ مضمون نظرِ ثانی اور ضروری اضافوں کے ساتھ مطبع محمدی علی گڑھ سے کتابی شکل میں

" بشریٰ " کے نام سے ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا تھا - " بشریٰ " نام کی ایک کتاب مولانا عنایت رسول عباسی چڑیا کوٹی کی بھی ہے اور اپنے موضوع پر بہت اہم ہے - میرا خیال ہے کہ قاضی صاحب کو یہی کتاب مطلوب ہو گی - یہ ضخیم ہے اس لیے الاستاذ المیمنی کو ڈاک سے بھیجنے میں تردد ہو گا- سیّد صاحب کا مضمون تو معارف میں چھپ چکا تھا جو یقین ہے کہ ان کی نظر سے گزرا ہو گا-

(۶) علاّمہ عبدالعزیز میمن کے بڑے صاحبزادے محمد محمود میمن ( متولد ۱۹۱۹ء ) جو مُسلم یونیورسٹی سے جغرافیہ میں ایم اے اور ٹریننگ کالج میں تعلیم حاصل کرکے اجمیر کے ایک کالج میں لکچرر ہو گئے تھے - یہ ۱۹۴۷ء میں پاکستان گئے جہاں وہ پہلے ساہیوال اور پھر حیدرآباد سندھ کے گورنمنٹ کالج میں لیکچرر کے فرائض انجام دیتے رہے- ۱۹۵۵ء میں سندھ یونیورسٹی میں ریڈر مقرر ہوئے - اس یونیورسٹی سے ۲۳ سال تک وہ متعلق رہے شعبۂ جغرافیہ کے پروفیسر اور صدرِ شعبہ کی حیثیت سے ۱۹ مارچ ۱۹۷۸ء کو وہ متقاعد ہوئے - پروفیسر صاحب حیدرآباد سندھ ہی میں مقیم ہیں خدا انھیں صحت و عافیت کے ساتھ رکھے اور طویل عمر عطا فرمائے-

(۷) ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری ثم البغدادی الماوردی ( ۳۶۴ھ - ۴۵۰ھ ) اسلامک کلچر ( حیدرآباد ) میں یہ مضمون دیکھنا تو یاد نہیں لیکن ماوردی پر ان کا مضمون Studies : Oriental and Islamic میں موجود ہے-

(۸) کمیٹی سے مراد اسلامک کلچر کا اڈیٹوریل بورڈ-

(۹) ڈاکٹر عبدالمعید خاں استاذ شعبۂ عربی عثمانیہ یونیورسٹی ( ۱۹۱۰ء - ۱۹۷۳ء )

(۱۰) الاحکام السلطانیہ ۱۹۰۹ء میں ، ادب الدّنیا والدّین ۱۹۱۵ء میں اور ادب الوزیر ۱۹۲۹ء میں قاہرہ سے شائع ہوئیں- ان کتابوں کے اور اڈیشن بھی نکلے ہیں-

(۱۱) ورق دریدہ بقدر دو کتابوں کے نام کے -

(۱۲) ورق دریدہ ، یہاں پر تین کتابوں کے نام ہوں گے - پہلی کتاب مراۃ الجنان یافعی کی ہوگی جو قاہرہ سے ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی-

(۱۳) یہ کتاب ابن الجوزی کی " المنتظم فی أخبار الامم " ہو گی جو قاہرہ سے ۱۳۵۹ میں شائع ہوئی-

(۱۴) ورق دریدہ بقدر پون سطر

(۱۵) اضافۂ مرتب -

(۱۶) استاذ مرحوم نے کثرتِ اولاد کی دعا دی ہو گی -

(۱۷) قاضی صاحب کے اس خط پر استاذ مرحوم نے اپنے قلم سے حسبِ ذیل مصادر کے نام لکھے ہیں جہاں الماوردی کے حالات مل سکتے تھے۔ الاستاذ کا مکتوبِ گرامی ممکن ہے قاضی صاحب کے ذخیرۂ کاغذات میں مل جائے:-

الخطیب [ رقم ] ۶۵۳۹

المنتظم x x ۱۹۹

یاقوت : [ معجم ] الادباء ۵ x ۴۰۷

[ طبقات ] الشافعیۃ [ الکبریٰ السبکی ] ۳ x ۳۰۳ - ۳۱۴

الوفیات [ لابن خلکان ] رقم ۳۹۶ ( ۱ x ۳۲۶ )

لسان المیزان [ لابن حجر العسقلانی ۴ : ۲۶۰ ]

طبقات ابی اسحق الشیرازی ۱۱۰

دول الاسلام [ للذہبی ]

شذرات الذہب [ لابن العماد الحنبلی ۳: ۲۸۴ ]

عقد الجمان

(۱۸) [ اس حاشیے میں فاضل مرتب نے نواب صدر یار جنگ کا مکتوب بنام قاضی احمد میاں اختر درج کیا ہے۔ اہمیت کے پیشِ نظر اسے مکتوباتِ مشاہیر کے تحت درج کیا جاتا ہے۔ نجم الاسلام ]

(۱۹) اگر قاضی صاحب نے مزید حالات لکھ کر خویشگی مرحوم کو بھیجے تھے تو وہ "بوستانِ قلم" جلد اول میں شائع نہیں ہوئے۔

(۲۰) سر سیّد رضا علی ( ۱۸۸۲ء - ۱۹۴۹ء ) کی خود نوشت سوانح حیات "اعمال نامہ" ( دہلی ، ۱۹۴۳ء ) پر سیّد اظہر حسین رضوی نائب مدیر اخبار "سلطنت" حیدرآباد دکن کا تبصرہ "مصنف" شمارہ ( جون ۱۹۴۴ء ) شائع ہوا تھا - یہ اُس زمانے میں علی گڑھ میں قانون کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اور سید الطاف علی صاحب مرحوم سے بہت قریب تھے اور ادبی کاموں میں ان کے معاون - تقسیمِ ہند کے بعد کراچی چلے گئے جہاں وہ وکالت کے کام میں مصروف ہو گئے - ان کی تحریریں وہاں شائع ہوئی ہوں گی لیکن میری نظر سے نہیں گزریں - کئی سال پہلے تک وہ کراچی میں تھے اور یقین ہے اب بھی وہیں مقیم ہوں گے - اظہر حسین کے اس تبصرے کو قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی ، اور مولانا سیّد طفیل احمد منگلوری ( ۱۸۶۸ء - ۱۹۴۶ء ) نے بہت پسند کیا لیکن مصنفِ کتاب سر سیّد رضا علی تبصرہ پڑھ کر بہت ناخوش ہوئے - ان کا ردِ عمل اُس طویل خط سے ظاہر ہوتا ہے جو

انھوں نے ۹ جولائی ۱۹۴۴ء کو الطاف صاحب کو لکھا تھا - انھوں نے "بزم مصنف" میں خط تو نہیں شائع کیا لیکن یہ اطلاع دی کہ سرسیّد رضا علی صاحب نے اظہر حسین رضوی صاحب کا تبصرہ ملاحظہ کرکے اس میں زبان وغیرہ کی دس غلطیاں نہایت دھوم دھام کے ساتھ پکڑی ہیں اور لکھا ہے کہ اگر "اعمالنامہ" کا دوسرا حصہ میں نے ریویو کے لیے آپ کے پاس بھیجا تو اس کی شرط یہ ہوگی کہ ریویو پیشاور، چٹاگام یا کالے پانی کے کسی صاحب سے نہ لکھوایا جائے - اپنی زبان دانی پر اس طرح حرف آتے دیکھ کر اظہر صاحب کا یہ کہنا ہے کہ اگرچہ اُن کا خاندان عرصے سے حیدرآباد میں ہے لیکن اصل میں وہ لکھنوی ہیں اور میر انیس کے نواسوں میں سے ہیں- اس بات پر سر رضا علی کی رگ ظرافت پھڑکی اور انھوں نے لکھا: وہ حضرت انیس کے نواسے ہیں، یہ بات مجھے معلوم نہ تھی - مجھ گنہگار نے دبیر کی اور ان کے کلام کی تعریف کی ہے" یہ طویل مکتوب "نقوش" کے مکاتیب نمبر (جلد دوم ص ۵۰۲) میں چھپ گیا ہے، اس کی ابتدا ان سطور سے ہوتی ہے: "ریویو میں نے پڑھا اور بے ساختہ میر حسن کا یہ شعر یاد آیا:

ترا رنگ غیرت سے اوڑتا نہیں
تجھے کیا پڑی زاد جوڑتا نہیں

ہائے ہندستان کی ادبی اور علمی ناداری - ٹھیٹ ہندستانی کی لکھی ہوئی کتاب (مراد آباد سے دلی ٹھیک سو میل اور لکھنؤ سے دو سو میل ہے) اور اس پر تبصرہ کریں حیدرآباد دکن کے اخبار کے نائب مدیر - اگر "مصنف" کے بجائے "سلطنت" میں تبصرہ چھپتا تو میں خود حیران ہو کر دریافت کرتا کہ "شعر مرا بمدرسہ کہ بُرد؟" حیدرآباد اور پنجاب والے اردو زبان کی خدمت کر رہے ہیں اس سے انکار کرنے والا کافر مگر یاد رہے:

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند
نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند"

(۲۱) "جو مصنف میں شائع ہو گا" یہ فقرہ اصل خط میں نہیں تھا - سید الطاف علی صاحب نے بریکٹ میں اضافہ کر دیا تھا - قاضی صاحب نے اپنے دوسرے خط میں "مقالۂ ولی کا حسن طلب بین توسین خوب رہا" لکھ کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے - "ولی گجراتی" کے عنوان سے یہ مضمون رسالہ "مصنف" کے اکتوبر ۱۹۴۵ء کے شمارے میں شائع ہوا- ص ۱۰۵ تا ص ۱۳۰ - آخر میں یہ اطلاع ہے کہ حیاتِ ولی پر ہمارا مقالہ عنقریب (مصنف) میں شائع ہو گا - یہ تو شاید شائع نہیں ہوا لیکن قاضی صاحب کا اس سلسلے میں

دوسرا مضمون "وَلی گجراتی: تصحیح و استدراک" رسالۂ "معنف" کے شمارہ ۱۵ (جولائی ۱۹۳۶ء) میں اور اس کی دوسری قسط شمارہ ۱۶ - ۱۷ (اکتوبر ۱۹۳۶ء، جنوری ۱۹۳۷ء) میں شائع ہوئی۔

(۲۲) یہ قاضی صاحب کے دس انگریزی مقالات کا مجموعہ ہے جس پر پروفیسر محمد شفیع اورینٹل کالج لاہور کا فاضلانہ مقدمہ ہے۔ کچھ مضامین کے عنوانات یہ ہیں، ورّاقت، سعدی، شیخ الرئیس بو علی سینا، شمسِ تبریز، حافظ کی عربی شاعری، شہر آشوبِ ہند، الماوردی کی زندگی پر ایک نظر، تاریخ گجرات کے عربی مآخذ۔

(۲۳) اداریے کا عنوان تھا "ذکرِ ماضی اور فکرِ فردا" معنف شمارہ ۱۱ (جون ۱۹۳۵ء) - اس میں یہ اطلاع بھی تھی کہ "بیت المصنف" میں کتابوں کا برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ حال میں جناب مولوی محمد امین زبیری صاحب نے سو (۱۰۰) کتابیں مرحمت فرمائی ہیں - جناب قاضی احمد میاں اختر صاحب جوناگڑھی کا موعودہ کتابوں کا ایک بڑا صندوق بھی عنقریب آنے والا ہے:

ہوا چرچا جو میرے پاؤں کی زنجیر بجنے کا
کیا ہے تاب کاں میں جنبشِ جوہر نے آہن کو

(۲۴) مراد ہے کہ بیگم صاحب کے مقالے پر آپ نے نظرِ ثانی اور اضافے کیے ہیں۔

(۲۵) مُظفر احمد علوی ناظر کاکوروی بی اے

(۲۶) عبدالشکور ایم اے پرنسپل حلیم مُسلم کالج کان پور۔

(۲۷) سید حسن امام، مسلم لیگ کے مشہور رہنما آنریبل سید حسین امام کے بڑے بھائی تھے۔ بہار کے رؤسا میں تھے۔ گیا میں مقیم تھے اور وہیں سے ایک عرصے تک رسالۂ "ندیم" شائع کرتے رہے جس کے مؤسس انجم مانپوری تھے۔

(۲۸) سیّد الطاف علی صاحب نے عرصے سے روہیلوں کی سیَر و تواریخ کو اجاگر کرنے کی خدمت اپنے ذمے لے رکھی تھی - اس کا اشتہار اُنھوں نے "معنف" میں شائع کرتے ہوئے ۲۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو اطلاع دی تھی کہ "روہیلہ" نامی انگریزی کا یہ ماہوار رسالہ جاری کرنے کی اجازت حاصل ہو گئی ہے۔ پہلا پرچہ ان شاء اللہ جون ۱۹۳۶ء کے اگلے ہفتے میں شائع ہو گا۔ اگر یہ شائع ہوا تو یہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ سیّد صاحب نے غلام قادر روہیلہ (سلطنتِ مغلیہ کا آخری محافظ) کے نام سے انگریزی اور اردو میں اپنی کتاب لکھی تھی جو "معنف" کے اشتہار کے بموجب ۳۶ - ۱۹۳۷ء میں زیرِ طبع تھی۔

(۲۹) شمارہ ۱۳ (اپریل ۱۹۳۶ء) کے تبصرے بیگم سیّد الطاف علی بریلوی کے لکھے ہوئے ہیں۔

(۳۰) انھوں نے شیخ عبداللہ ایڈوکیٹ سیکریٹری گرلس کالج علی گڑھ کے شائع کردہ ماہنامہ "رازِ ترقی" پر تبصرہ کرتے ہوئے سیّد امتیاز علی تاج کے نام کے ساتھ "مرحوم" لکھ دیا تھا۔ تعجب ہے کہ سیّد صاحب کی نظر اس پر نہیں پڑی۔

(۳۱) شیخ عبداللہ بانی گرلس کالج علی گڑھ مراد ہیں۔

(۳۲) "مصنف" شمارہ ۱۴ ص ۱۲۴

(۳۳) مرجعِ سابق ص ۱۲۱

(۳۴) سیّد الطاف علی مرحوم کے فرزندِ اکبر سیّد شاہد علی جن کا ۱۵ سال کی عمر میں نینی تال میں ۲۸ جون ۱۹۴۶ء کو انتقال ہوا۔ یہ تعزیتی خط سیّد مصطفیٰ علی بریلوی کی کتاب "سید الطاف علی بریلوی: حیات و خدمات (کراچی ۱۹۹۲ء) میں بھی شائع ہوا ہے ص ۲۵۷۔

(۳۵) مضمون کے متن میں تو "منتخب اللباب" صحیح چھپا ہے، لیکن فُٹ نوٹ میں کاتب نے "منتخب اللغات" لکھ دیا ہے۔ اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قاضی صاحب مضامین کس توجہ سے پڑھتے تھے۔

(۳۶) سالِ وفات طباعت میں مغشوش ہوگیا ہے ۶۱۵ھ پڑھا جاتا ہے۔

(۳۷) یہ امرت کنڈ ہو گا، طباعت کی غلطی سے "امرت کیڈ" چھپ گیا ہے۔ اسی شمارے میں نواب صدر یارجنگ کے خط کا ایک اقتباس چھپا ہے: "جولائی کا 'مصنف' ابھی پڑھ کر رکھا ہے۔ اِس مرتبہ طبع میں غلطیوں کی شدید کثرت ہے، اس طرف توجہ کیجیے"۔ رسالۂ "مصنف" مسلم یونیورسٹی پریس میں باہتمام خان صاحب جواہر خاں چھپتا تھا۔ اکتوبر ۱۹۴۶ء کے شمارے میں مدیر کا "اعتذار" چھپا ہے کہ چونکہ مُسلم یونیورسٹی پریس میں کچھ عرصے سے انتظاماتِ طبع میں گڑبڑ رہی اس لیے ہماری امکانی کوشش کے باوجود اکتوبر کا "مصنف" شائع نہ ہو سکا۔ مجبوراً اکتوبر ۱۹۴۶ء اور جنوری ۱۹۴۷ء کا یہ یکجائی پرچہ نذرِ ناظرین کیا جاتا ہے۔ بہرحال اگست ۱۹۴۷ء تک "مصنف" جواہر خاں کے اہتمام میں چھپتا رہا۔ اس کے بعد دسمبر ۱۹۴۷ء کا شمارہ اور بعد کے شمارے اِسی مطبع میں مولوی منظور احمد خاں منیجر کے اہتمام میں چھپتے رہے۔ ان دونوں بزرگوں کو میں نے نہیں دیکھا جواہر خاں صاحب ۱۹۴۷ء میں پاکستان چلے گئے۔ منظور احمد خاں کے عہد میں بھی مطبع کے انتظامات درہم برہم رہے۔ بعد کو انتظامات بدلے۔ سیّد الطاف علی صاحب نے ایک لمیٹڈ کمپنی قائم کرکے مُسلم یونیورسٹی پریس خرید لیا۔ علی گڑھ میگزین "غالب نمبر" کے اداریے کے آخر میں ۱۵ ستمبر ۱۹۴۹ء کی میری لکھی ہوئی یہ تحریر ملتی ہے:

"ایسے دور میں جب کہ اردو، اردو رسم الخط، اردو پریس سب

خطرے میں ہیں ، مُسلم یونیورسٹی پریس کے انتظامات سیّد الطاف بریلوی نے اپنے ہاتھ میں لے کر قوم پر احسان کیا ہے - میگزین کی طباعت میں ان کی وجہ سے بڑی سہولتیں ہوئیں- میں ان کا اور پریس کے منیجر سید اعجاز علی صاحب دونوں کا شکر گزار ہوں-"

(۳۸) مرتبہ مختارالدین احمد ( علی گڑھ ، ۴۸ ، ۱۹۴۹ء )

(۳۹) دہلی کا ایک مشہور ناشر اور کتاب فروش جس کے پاس انجمن کی مطبوعات برائے فروخت عرصے تک رہیں-

(۴۰) سید ہاشمی فرید آبادی ( ۱۸۹۰ء - ۱۹۶۴ء ) مولوی عبدالحق کے معتمد اور رفیق کار-

(۴۱) الشیخ سیّد العبیط واقاصیص أخری " محمود تیمور کے ابتدائی ناولوں میں ہے- سالِ طباعت ۱۹۲۶ء - ان کے دوسرے ناولوں اور افسانوں کے بعد اس کا ذکر بہت کم ہوتا ہے - یہ کتاب علی گڑھ کے نصاب میں اگر کبھی رہی ہو گی تو ۱۹۴۳ء سے پہلے - میری طالب علمی کے زمانے میں جدید نثر میں الموطلی کی حدیث عیسیٰ بن ہشام اور جدید نظم میں دیوان خیرالدّین الزّرکلی تھی جن کی " الاعلام " دنیا بھر میں مشہور ہے-

(۴۲) عام طور پر اس کا نام حمورابی لکھا جاتا ہے لیکن اس کا صحیح املا حمورَبی ( الف کے بغیر ) ہے - حمورَبی ، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تقریباً دو ہزار سال پہلے بابل ( عراق کا بادشاہ تھا جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہم عصر تھا- عہد نامۂ قدیم میں اس کا ذکر آیا ہے - دنیا کا قدیم ترین قانون ( آئین ) اسی کا نافذ کردہ ہے - عراقی محکمۂ آثار قدیمہ نے بابل کے آثار کھود نکالے ہیں - اس کے کھنڈر فرات کے اس طرف پچاس پچپن میل کے فاصلے پر واقع ہیں-

(۴۳) خواجہ میر فخرالدّین حسین خاں دہلوی تلمیذ غالبؔ ( ۱۸۳۹ء - ۱۹۰۰ء ) جن کا اردو دیوان ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۶ء میں مطبعِ نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوا-

(۴۴) سروشِ سخن ، مرزا رجب علی بیگ سرورؔ ( ۱۷۸۷ء - ۱۸۶۹ء ) کی " فسانۂ عجائب " کے جواب میں ۱۲۷۹ھ میں لکھی گئی اور مطبع نولکشور سے ۱۲۸۱ھ کے اواخر میں شائع ہوئی اس کا دوسرا اڈیشن جناب خلیل الرحمن داؤدی نے مرتب کرکے مجلس ترقی ادب لاہور سے ۱۹۶۳ء میں شائع کر دیا ہے-

(۴۵) سندھ کے مشہور مصنف ( ۱۹۱۱ء - ۱۹۸۲ء )-

(۴۶) طبعِ دوم جو مصنف کی نظرثانی اور اضافے کے ساتھ مکتبۂ جامعہ نئی دہلی سے اکتوبر ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی - اس کے پانچ اڈیشن اب تک نکل چکے ہیں- ذکرِ غالب کا پہلا اڈیشن

۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تھا۔

(۴۷) ممتاز حسن آئی سی ایس [ بعدہٗ پاکستان سول سروس کے ایک نہایت ممتاز رکن ] (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۷۴ء)

(۴۸) بھگوان دیوی ، جو ساری عمر مالک رام صاحب کے ساتھ رہیں۔ اگست ۱۹۵۳ء میں وہ اسکندریہ (مصر) سے ہندستان اپنے رشتے داروں سے ملنے آئیں اور یہیں احمد آباد میں ۱۲ مئی ۱۹۵۴ء کو جاں بحق ہوئیں۔

(۴۹) "عورت اور اسلامی تعلیم" مراد ہے جو بالاقساط نگار لکھنؤ میں چھپتی رہی - پھر یہ کتابی شکل میں نگار بک ڈپو لکھنؤ سے ۱۹۵۱ء میں شائع ہوئی - اس کا دوسرا اور تیسرا اڈیشن مکتبۂ جامعہ نئی دہلی سے ۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا - اس کا عربی ترجمہ قاہرہ سے ۱۹۵۸ء میں اور انگریزی ترجمہ حیدرآباد دکن اور پھر ۱۹۸۱ء میں نیویارک (امریکا) سے شائع ہوا۔ گُروپال سنگھ مجذوب کا عربی ترجمہ المراۃ فی الاسلام " کے نام سے دہلی سے ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا - مالک رام اِسکندریہ کے دورانِ قیام وہاں کی YMCA کے ۱۹۴۱ء سے ۱۹۵۰ء تک رکن رہے۔ اس زمانے میں مختلف مذہبی موضوعات پر جلسے ہوا کرتے تھے - ایک خاص موضوع دے دیا جاتا اور اس موضوع پر دنیا کے تمام بڑے مذاہب کا نقطۂ نظر سلسلہ وار پیش کیا جاتا - مالک رام نے وہاں "عورت اور اس کی حیثیت اسلام میں" کے موضوع پر لیکچر دیے جو پہلے مضمون کی شکل میں اور پھر کتابی صورت میں شائع ہوئے۔

(۵۰) مولوی عبدالرحمٰن نگرامی نے مولانا سیّد سلیمان ندوی اور مولانا حمید الدّین فراہی سے علمی فیوض حاصل کیے ، وہ علامہ شبلی نعمانی کے تربیت یافتگان میں تھے : ۹ مارچ ۱۹۲۶ء کو ۲۷ سال کی عمر میں انھوں نے بہرائچ میں وفات پائی - سیّد صاحب نے مرحوم پر "ہماری جماعت کا لعلِ شب چراغ گم ہو گیا" کے عنوان سے بڑا مؤثر مضمون لکھ کر "معارف" (مارچ ۱۹۲۶ء) میں شائع کیا۔

(۵۱) مرحوم نے سرکارِ عالیہ بھوپال کے اعلان پر غالباً ۱۹۱۸ء میں یہ مضمون "حقوقِ نسواں اسلام" کے عنوان سے لکھا تھا - ہزہائینس نے پسند فرمایا اور اپنے دستِ خاص سے جا بجا اس پر بعض مباحث کے متعلق مزید تفصیل چاہی - سیّد صاحب نے لکھا ہے کہ وہ ۵۷ صفحوں کے مسوّدے کو بھوپال سے اپنے ساتھ اعظم گڑھ لیتے آئے اور تھوڑی تمہید کے ساتھ انھوں نے "معارف" (جون ، جولائی ۱۹۲۱ء) میں "اسلام میں عورت کا درجہ" کے عنوان سے شائع کر دیا۔

(۵۲) محمود تیمور (۱۸۹۴ء - ۱۹۷۳ء) یہ مشہور عالم و ادیب احمد تیمور پاشا (۱۸۷۱ء - ۱۹۳۰ء) کے بیٹے اور محمد تیمور کے چھوٹے بھائی اور عائشہ تیموریہ کے بھتیجے تھے۔ یہ ان ادیبوں میں ہیں جنھیں خاص طور پر مختصر افسانہ اور ناول دونوں میں اعلیٰ مقام حاصل ہوا۔ ان کی تصنیفات کی تعداد تقریباً ساٹھ تک پہنچتی ہے۔ ناولوں کے ترجمے یورپ اور ایشیائی متعدد زبانوں میں ہوئے۔ پشاور (پاکستان) کی ایک کانفرنس میں شرکت کے لیے آئے تھے، اور وہاں کے اہل قلم سے ملے تھے۔

(۵۳) ڈاکٹر محمد حسین ہیکل (۱۸۸۸ء - ۱۹۵۶ء) صاحبِ تصانیفِ کثیرہ - ان کی کتاب "الفاروق عمرؓ دو جلدوں میں چھپی ہے (قاہرہ ۱۳۶۴ھ) اور اس کا اردو ترجمہ بھی پاکستان سے شائع ہو چکا ہے - ڈاکٹر ہیکل ۱۹۵۶ء میں علی گڑھ تشریف لائے تھے اور میں نے علی گڑھ کے اہم عربی مخطوطات دکھائے تھے - اپنی "حیاۃ محمد" دستخط کرکے انھوں نے مجھے دی تھی -

(۵۴) یہ معلوم نہ ہو سکا کہ مرحوم نے کون سا مضمون پروفیسر محمد شفیع کو بھیجا تھا - اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ میں حضرت عمر بن الخطاب پر تو ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا مقالہ ہے اور محمد حسین ہیکل پر تو سرے سے کسی کا مقالہ ہی نہیں چھپا ہے۔

(۵۵) مضمون کے لکھنے اور اس کے شائع ہونے کی داستان خود مالک رام صاحب سے سنیے: " مولوی عبدالحق مرحوم نے پاکستان جانے کے بعد ایک سہ ماہی رسالہ " تاریخ و سیاسیات " نام کا جاری کیا تھا - اس کی ترتیب و تدوین قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کے ذمے تھی - میری، قاضی صاحب مرحوم سے بھی اچھی خاصی راہ و رسم تھی - ایک دن ان کا خط ملا کہ مولوی صاحب کی اور میری درخواست ہے کہ آپ اس رسالے کے لیے مضمون لکھیے۔ میں ان دنوں بابل اور حمورابی میں الجھا ہوا تھا اور یہ موضوع میرے ذہن پر سوار تھا - میں نے حمورابی کے قانون کا اردو میں ترجمہ کرکے ان کی خدمت میں بھیج دیا موصوف نے نہ صرف اس پر صاد کیا بلکہ لکھا کہ مولوی صاحب نے بھی اسے پسند کیا ہے - غرض دونوں نے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اس موضوع پر مزید مضامین لکھنے کی فرمائش کر دی - اس پر میں نے چند مضامین قلمبند کیے جو " تاریخ و سیاسیات " میں شائع ہوتے رہے - افسوس کہ دو تین سال بعد اس رسالے نے دم توڑ دیا۔ اس سلسلے کا آخری مضمون بابلی زبان و ادبیات تاہی اردو کراچی میں شائع ہوا - یہ ساری داستان میں نے اس لیے بیان کی کہ جہاں آپ کو میرے تیرو قالب کو چھوڑکر حمورابی تک پہنچنے کی وجہ معلوم ہو، وہیں اس کتاب کی شانِ نزول بھی محفوظ ہو جائے " (مقدمہ ص ۹)

(۵۶) علی گڑھ میگزین غالب نمبر جو علی گڑھ سے ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا۔

(۵۷) شیخ عبدالحفیظ سلیم ، حفیظ ہوشیارپوری تلمیذ راحل ہوشیارپوری (۱۹۱۲ء - ۱۹۷۳ء)

(۵۸) ڈاکٹر شیخ محمد اکرام، مشہور ماہر غالبیات (۱۹۰۸ء - ۱۹۷۳ء)

(۵۹) کلیاتِ میر (طبع نول کشور) کا میرے پاس ایک فاضل نسخہ تھا جو میں نے کتب خانہ انجمن ترقی اردو کراچی کی نذر کیا۔ عودِ ہندی کے اس قدیم اڈیشن کے (جو غالب کی زندگی میں اکتوبر ۱۸۶۸ء میں مطبع مجتبائی میرٹھ سے چھپا تھا) پانچ نسخے ناشرِ مجموعہ ، ممتاز علی خاں میرٹھی کے خاندان سے ایک صاحب کو حاصل ہوئے تھے - ایک میں نے خرید لیا، ایک مالک رام صاحب کے لیے لے لیا ، تیسرا نسخہ غلام رسول مہر صاحب کو بھیجا ، چوتھا نسخہ میری اطلاع پر پروفیسر حمید احمد خاں نے منگوالیا اور پانچواں نسخہ اب انجمن کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ اس اڈیشن کی قیمت غالب کے عہد میں ایک روپیا تھی۔

(۶۰) حالی کے کچھ غیر مطبوعہ خطوط مجھے ملے تھے - منشی نجم الدین (سر سید احمد کے دفتر کے نقل نویس) کے نام ایک رقعہ میں نے اُسی زمانے میں رسالہ "نئی تحریریں" (لاہور) میں شائع کرا دیا تھا۔

(۶۱) عکس میری لکھی ہوئی تمہید کے ساتھ رسالۂ اردو جلد ۳۳ نمبر ۱ (جنوری ۱۹۵۴ء) میں شائع ہوا - انتخابِ دیوانِ سوز کے پہلے صفحے پر "محررہ سید محمد میر سوز" سوز کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔

(۶۲) بدایوں کے ایک صاحب، حضور احمد کبھی کبھی مخطوطات اور نادر مطبوعات لے کر آتے تھے۔ کبھی میں نے اپنے کتب خانے کے لیے کچھ کتابیں خریدیں ، کبھی ان کی فہرست مالک رام صاحب کو اسکندریہ بھیج دی۔ کچھ قیمتی مخطوطات کی فہرست ایک بار مولوی عبدالحق صاحب کو بھیجی تھی۔

# پس نوشت: ڈاکٹر باقر علی ترمذی پر نوٹ:

(ان کا ذکر مکتوب ۲۷ بنام مالک رام میں آیا ہے۔)

"ڈاکٹر باقر علی ترمذی ہندستان کے ایک نوجوان محقق تھے۔ انھوں نے بمبئی یونیورسٹی سے عربی میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کی سندیں حاصل کیں۔ ان کا موضوع تھا "عربی و اسلامیات کے ارتقا میں گجرات کا حصہ"۔ وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے قاہرہ گئے ہوئے تھے۔ وہیں وہ وفات پاگئے۔ ڈاکٹر محمد ابراہیم ڈار نے جو ان کے استاد تھے، ان پر بہت اچھا مضمون نوائے ادب (بمبئی) میں لکھا تھا جو ان کے مجموعۂ مضامین "مضامینِ ڈار" میں بھی شائع ہوا۔ افسوس ہے کہ ان کا قیمتی مقالۂ علمیہ ابھی تک شائع نہ ہو سکا۔"

(مختار الدین احمد)